اولمپک گیمس



صفدر حسین

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

اولمپک گیمس

صفدر حسین

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025

پہلی اشاعت	:	1987
تیسری طباعت	:	2010
تعداد	:	550
قیمت	:	-/25 روپئے
سلسلۂ مطبوعات	:	559

Olympic Games

by

Safdar Hussain

ISBN :978-81-7587-391-9

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، فروغ اردو بھون FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی 110025

فون نمبر: 49539000، فیکس 49539099

ای۔میل urducouncil@gmail.com، ویب سائٹ www.urducouncil.nic.in

طابع: سلاسار امیجنگ سسٹمس آفسیٹ پرنٹرس C-7/5 لارنس روڈ انڈسٹریل ایریا، نئی دہلی۔110035

اس کتاب کی چھپائی میں 70GSM, TNPL Maplitho کاغذ استعمال کیا گیا ہے۔

پیش لفظ

پیارے بچو! علم حاصل کرنا وہ عمل ہے جس سے اچھے برے کی تمیز آجاتی ہے۔ اس سے کردار بنتا ہے، شعور بیدار ہوتا ہے، ذہن کو وسعت ملتی ہے اور سوچ میں نکھار آجاتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضامن ہیں۔

بچو! ہماری کتابوں کا مقصد تمھارے دل و دماغ کو روشن کرنا اور ان چھوٹی چھوٹی کتابوں سے تم تک نئے علوم کی روشنی پہنچانا ہے، نئی نئی سائنسی ایجادات، دنیا کی بزرگ شخصیات کا تعارف کرانا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اچھی اچھی کہانیاں تم تک پہنچانا ہے جو دلچسپ بھی ہوں اور جن سے تم زندگی کی بصیرت بھی حاصل کرسکو۔

علم کی یہ روشنی تمھارے دلوں تک صرف تمھاری اپنی زبان میں یعنی تمھاری مادری زبان میں سب سے موثر ڈھنگ سے پہنچ سکتی ہے اس لیے یاد رکھو کہ اگر اپنی مادری زبان اردو کو زندہ رکھنا ہے تو زیادہ سے زیادہ اردو کتابیں خود بھی پڑھو اور اپنے دوستوں کو بھی پڑھواؤ۔ اس طرح اردو زبان کو سنوارنے اور نکھارنے میں تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گے۔

قومی اردو کونسل نے یہ بیڑا اٹھایا ہے کہ اپنے پیارے بچوں کے علم میں اضافہ کرنے کے لیے نئی نئی اور دیدہ زیب کتابیں شائع کرتی رہے جن کو پڑھ کر ہمارے پیارے بچوں کا مستقبل تابناک بنے اور وہ بزرگوں کی ذہنی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کرسکیں۔ ادب کسی بھی زبان کا ہو، اس کا مطالعہ زندگی کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر

فہرست

اولمپک گیمس ــــ ایک نظر میں

۲- پہلے	۱۸۹۶ء	ایتھنز (یونان)
۲- دوسرے	۱۹۰۰ء	پیرس (فرانس)
۳- تیسرے	۱۹۰۴ء	سینٹ لوئی (امریکہ)
۴- چوتھے	۱۹۰۸ء	لندن (انگلستان)
۵- پانچویں	۱۹۱۲ء	اسٹاکہوم (سویڈن)
۶- چھٹے	۱۹۱۶ء	پہلی بڑی جنگ کی وجہ سے منعقد نہ ہو سکے۔
۷- ساتویں	۱۹۲۰ء	انٹورپ (بلجیم)
۸- آٹھویں	۱۹۲۴ء	پیرس (فرانس)
۹- نویں	۱۹۲۸ء	ایمسٹرڈم (ہالینڈ)
۱۰- دسویں	۱۹۳۲ء	لاس اینجلز (امریکہ)

۱۱- گیارھویں	۱۹۳۶ء	برلن (جرمنی)
۱۲- بارھویں	۱۹۴۰ء	دوسری بڑی جنگ کی وجہ سے منعقد نہ ہو سکے۔
۱۳- تیرھویں	۱۹۴۴ء	〃 〃
۱۴- چودھویں	۱۹۴۸ء	لندن (انگلستان)
۱۵- پندرھویں	۱۹۵۲ء	ہلسنکی (فن لینڈ)
۱۶- سولھویں	۱۹۵۶ء	ملبورن (آسٹریلیا)
۱۷- سترھویں	۱۹۶۰ء	روم (اٹلی)
۱۸- اٹھارہویں	۱۹۶۴ء	ٹوکیو (جاپان)
۱۹- انیسویں	۱۹۶۸ء	میکسیکو شہر (میکسیکو)
۲۰- بیسویں	۱۹۷۲ء	میونخ (مغربی جرمنی)
۲۱- اکیسویں	۱۹۷۶ء	مانٹریال (کنیڈا)
۲۲- بائیسویں	۱۹۸۰ء	ماسکو (روس)
۲۳- تیئیسویں	۱۹۸۴ء	لاس اینجلز (امریکہ)
۲۴- چوبیسویں	۱۹۸۸ء	سیول (جنوبی کوریا) میں ہوں گے۔

اولمپک گیمس ایک تعارف

اولمپک گیمس، روئے زمین پر کھلاڑیوں اور تماشائیوں کا سب سے عظیم اور شاندار اجتماع ہوتا ہے۔ ہر چار سال بعد، اولمپک کھیل، دنیا کے کسی بڑے شہر میں منعقد ہوا کرتے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے کھلاڑی کھچ کر چلے آتے ہیں۔ اسٹیڈیم لاکھوں تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوتا ہے ——

ہولمپک گیمس کی افتتاحی رسم بڑی رنگین اور دلچسپ ہوتی ہے۔ میزبان ملک کا سربراہ اسٹیڈیم کے شہ نشین سے کھیلوں کا رسمی افتتاح کرتا ہے۔ اس کے بعد سارے کھلاڑی خوشگوار موسیقی کے سروں سے تال ملاتے ہوئے، اپنے اپنے قومی پرچم کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور شہ نشین کے پاس ذرا رُک جاتے ہیں۔ اپنے قومی جھنڈے کو سلامی کے لیے ذرا سا جھکا دیتے ہیں۔ اور تماشائیوں کی نظریں کچھ دیر کے لیے ان پر جم جاتی ہیں۔

اس افتتاحی پریڈ میں، سب سے آگے، اولمپک پرچم ہوتا ہے۔ سلامی دیتے وقت تمام ممالک حروفِ تہجی کی ترتیب سے اسٹیڈیم میں آتے

ہیں لیکن ان سب کے آگے ہمیشہ یونان کا دستہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اولمپک کھیلوں کی داغ بیل ڈالنے اور ان کو پروان چڑھانے کا فخر اسی ملک کو حاصل ہے۔ میزبان ملک کا دستہ ہمیشہ سب سے آخر میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہر ملک کے کھلاڑی اسٹیڈیم کے درمیانی حصّہ میں، اپنے اپنے علم بردار کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی لمحہ بگل بجتا ہے اور توپیں داغی جاتی ہیں اور اس گہما گہمی کے درمیان اولمپک پرچم لہرایا جاتا ہے اور سب سے آخر میں، سارے کھلاڑی اور تماشائی مِل کر، اولمپک ترانہ گاتے ہیں۔

ان تمام رسموں کے ختم ہونے کے بعد، اسٹیڈیم کی تمام روشنیاں گُل کر دی جاتی ہیں اور اب روشنی صرف اس شخص پر ڈالی جاتی ہے جو اپنے ہاتھ میں ایک مشعل لیے اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے یہ وہ مشعل ہوتی ہے جو اولمپیا شہر (یونان) میں سورج کی کرنوں سے جلائی جاتی ہے، اور وہاں سے اسٹیڈیم تک لائی جاتی ہے۔ یہ مشعل بردار عام طور پر کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جس نے پچھلے کسی اولمپک گیمس میں حصّہ لیا تھا ——— اسٹیڈیم کی ایک اونچی دیوار میں بنے ہوئے مشعل دان میں اس مشعل کو لگا دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی اس اولمپک مشعل کا شعلہ آسمان کی طرف لپکتا ہے، اس مشعل کی دمکتی ہوئی روشنی میں سارے کھلاڑی اور تماشائی خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں۔ یہ مشعل اولمپک کھیلوں کے ختم ہونے تک مسلسل رات دن جلتی رہتی

ہے۔ اور آخری کھیل کے ختم ہونے پر گُل کردی جاتی ہے۔

افتتاحی رسم میں، اولمپک گیمس میں شریک ہونے والے سارے کھلاڑی ایک حلف اٹھاتے ہیں — سب سے پہلے میزبان ملک کا ایک نمایندہ اپنا قومی جھنڈا بلند کیے ہوئے شہ نشین کی طرف بڑھتا ہے اور باقی ملکوں کے علم بردار، نصف دائرے کی شکل میں، اس کے اطراف جمع ہو جاتے ہیں۔ جب میزبان ملک کا نمایندہ تمام کھلاڑیوں کی طرف سے حلف اٹھاتا ہے تو سارے کھلاڑی اپنا دایاں ہاتھ اُٹھاکر اس کے ساتھ ساتھ حلف کے یہ الفاظ دُہراتے ہیں:

"ہم اقرار کرتے ہیں کہ اولمپک کھیلوں میں صحیح مقابلے کی روح کے ساتھ حصّہ لیں گے۔ ہم تمام اصولوں کی پابندی کریں گے اور تمام مقابلوں میں دوستانہ فضا قائم رکھیں گے اسی طرح ہم اپنے ملک کی عزت اور کھیلوں کی عظمت کو برقرار رکھیں گے۔"

ایک مرتبہ پھر سب لوگ مل کر گاتے ہیں۔ سارے کھلاڑی دوبارہ سلامی دیتے ہوئے اسٹیڈیم سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد کھیل شروع ہو جاتے ہیں...... پھر عورت مرد، طالب علم اُستاد، مزدور سپاہی، حجام لوہار، دولت مند غریب سب ہی رنگ وروپ،

قوم ملک اور نسل کے بھید بھاؤ سے بالاتر ہوکر، امن و سلامتی کی فضائیں، محبت، مساوات اور اخوت کے جذبے اور احساس کے ساتھ مقابلوں میں حصّہ لے کر اونچے سے اونچا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دو ہفتوں تک، رات دن، مختلف مقابلوں میں کھلاڑی ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پرانے ریکارڈ توڑے جاتے ہیں، نئے ریکارڈ قائم کیے جاتے ہیں اور جیتنے والوں کے نام ایک بڑے بورڈ پر روشن الفاظ میں لکھے جاتے ہیں۔ ہر مقابلے کے بعد کامیابی کا جشن ایک خاص طریقے پر منایا جاتا ہے ـــــ پہلا، دوسرا اور تیسرا انعام پانے والوں کو سونے، چاندی اور کانسے کے تمغے دیے جاتے ہیں۔ انعام پانے والے ان تینوں کھلاڑیوں کے قومی جھنڈے لہرائے جاتے ہیں اور ایک بیانڈ ان کے قومی ترانے بجاتا ہے۔

اولمپک گیمس کی افتتاح رسم نہایت سادہ لیکن بہت دل فریب ہوتی ہے ـــــ بین الاقوامی اولمپک کمیٹی کا صدر کھیلوں کے خاتمہ کا اعلان کرتا ہے۔ پھر تمام ملکوں کے کھلاڑیوں کو چار سال بعد ہونے والے اولمپک کھیلوں میں شریک ہونے کی دعوت دیتا ہے اور ساتھ ہی وہ اگلے اولمپک گیمس کا اعلان کرتا ہے۔ بگل کی آواز اور توپوں کی گھن گرج کے درمیان اولمپک پرچم اُتارا جاتا ہے۔ پھر چند رسوم کی ادائیگی کے بعد یہ پرچم اسٹیڈیم سے باہر

لایا جاتا ہے اور اس کے پیچھے اولمپک کھیلوں میں حصّہ لینے والے ملکوں کے جھنڈے نکالے جاتے ہیں۔

اب، اولمپک مشعل، جو دو ہفتوں سے مسلسل رات دن جل رہی تھی، بجھائی جاتی ہے۔ پورا اسٹیڈیم تاریکی میں ڈوب جاتا ہے اور سارے کھلاڑیوں اور تماشائیوں کے چہروں پر افسردگی سی چھا جاتی ہے۔ اس کے فوراً بعد بڑے سے اسکور بورڈ پر اگلے اولمپک گیمس کا اعلان چمکنے لگتا ہے۔ تماشائی اور کھلاڑی خوشی سے دیوانہ وار چلّانے لگتے ہیں۔ اور رات کا تاریک آسمان، آتش بازی کی روشنی سے منوّر ہو جاتا ہے! پھر تمام کھلاڑی شانہ بہ شانہ ناچتے گاتے کھیلوں کی عظمت اور خوشی سے سرشار اسٹیڈیم سے باہر نکلتے ہیں۔ اور اس طرح کھیلتے کودتے اولمپک گیمس ختم ہو جاتے ہیں۔

کھیلوں کے آغاز سے پہلے سلامی اور حلف، امن کے پیامبر کبوتروں کی کھلی فضا میں پرواز اولمپک مشعل کو روشن کرنا اور گُل کرنا، کھیلوں کے دوران کھلاڑیوں کے راگ رنگ، ان ساری باتوں کی وجہ سے اولمپک گیمس اِس دنیا کا خوب صورت ترین نظارہ بن جاتے ہیں۔!

اولمپک کھیلوں کی کہانی تین ہزار سال پُرانی ہے۔ عام طور پر، جیسا کہ باور کیا گیا ہے، قدیم اولمپک گیمس ۷۷۶ ق۔م سے بہت پہلے شروع ہوئے تھے۔ لیکن قدیم تاریخ کے مطابق ہرقلیس نے ان کھیلوں کا آغاز ۱۲۵۳

ق۔م کے لگ بھگ کیا تھا۔ اور آثار قدیمہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کھیلوں کا وجود ۸۸۴ ق۔م سے پہلے بھی تھا۔ اس زمانے میں کھیلوں کی بڑی اہمیت تھی۔ شہر اولمپیا (یونان) کے سنگ مرمر کے اسٹیڈیم دور دور تک مشہور تھے اور بحرِ روم کے اِرد گِرد کے تمام ملکوں کے بہترین کھلاڑی یہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ پرانے زمانے میں اولمپک کھیل ایک ماہ تک جاری رہتے تھے۔ اور اس دوران "امن عام" کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔ تاکہ ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگ بلا کھٹکے ان کھیلوں میں حصّہ لے سکیں۔ ہر کھلاڑی کو مقابلہ سے پہلے گیارہ مہینوں تک مشق کرنی پڑتی تھی۔ اس زمانے میں عورتوں کو کھیلوں میں حصّہ لینے اور کھیل دیکھنے کی اجازت نہیں تھی —— کہتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کا مقابلہ دیکھنے کا ارادہ کیا۔ لڑکا مکّا بازی کے مقابلہ میں حصّہ لے رہا تھا۔ وہ عورت ایک کھلاڑی کا بھیس بدل کر اسٹیڈیم میں داخل ہو گئی۔ جب اس کا لڑکا مقابلہ جیت گیا تو وہ خوشی سے بے قابو ہو کر اکھاڑے میں اُتر گئی اور اپنے لڑکے سے لپٹ گئی۔ بدقسمتی سے اس کی چادر کھسک گئی اور اس کا راز فاش ہو گیا۔ اس کا باپ اور بھائی بہترین اولمپک کھلاڑی رہ چکے تھے۔ اس لیے بیوہ عورت پر ترس کھا کر اس کے ساتھ رحم کا برتاؤ کیا گیا اور آخر کار اس کو معاف کر دیا گیا۔ لیکن آیندہ ایسی دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے اسٹیڈیم میں داخل ہونے سے پہلے کھلاڑیوں کو سارے کپڑے اتارنے پڑتے تھے!

قدیم یونان میں کھیلوں کے اُصول بھی بہت نرالے ہوتے تھے۔ کُشتی جیتنے کے لیے مخالف کو تین بار چت کرنا پڑتا تھا۔ مگر مکّہ بازی کے مقابلہ میں مدِمقابل کو مکمل شکست دینی پڑتی تھی جس کی وجہ سے بعض مرتبہ مکّہ بازوں کی شکلیں اتنی بگڑ جاتی تھیں کہ ان کے دوست رشتہ دار بھی ان کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یولی سس جب ایک مقابلہ کے بعد گھر پہنچا تو اس کا کتّا اس کو پہچان نہ سکا!

اس زمانے میں کُشتی اور مکّہ بازی ایک مِلا جُلا وحشیانہ کھیل ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک کہانی بڑی سبق آموز ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک پہلوان نے کشتی کے دوران، دوسرے پہلوان کی کمر میں ٹانگوں سے قینچی ڈال دی اور اپنی گرفت کو سخت سے سخت تر کرتا گیا۔ مخالف کی گرفت بھی اس کی گردن پر بڑی مضبوط تھی۔ یہ کشتی گھنٹوں جاری رہی یہاں تک کہ دوسرے پہلوان نے درد سے بے چین ہو کر، شکست تسلیم کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اُٹھا دیا۔ ججوں نے پہلے پہلوان کی کامیابی پر اتفاق کیا۔ لیکن جب جیتنے والے پہلوان کو قریب سے دیکھا گیا تو وہ دم، گھٹنے کی وجہ سے مر چکا تھا۔ کیونکہ اس نے ہار ماننے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھایا تھا اس لیے موت کے بعد بھی اس کو کامیاب قرار دیا گیا!

پرانے زمانے میں یونان کے پہلوانوں کی ساری دنیا میں دھوم مچی ہوئی تھی ـــــ کہا جاتا ہے کہ پولی داس نے صرف اپنے ہاتھوں سے ایک شیر کو موت کی نیند سُلا دیا تھا! اس کا دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ وہ بہت تیز رفتار سے دوڑتی

ہوئی گھوڑا گاڑی کا پہیہ پکڑ کر اس کو روک دیا کرتا تھا! چھٹی صدی قبل مسیح میں کروٹن (یونان) کے پہلوان میلو کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ اکیلے ہی ایک بچھڑا ہضم کر جاتا تھا اور ڈکار تک نہیں لیتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں انار کو اتنی مضبوطی سے پکڑ لیتا تھا کہ اس کو ہاتھ سے نکالنا تو درکنار، ہلایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود انار اپنی جگہ صحیح وسالم رہتا تھا! لیکن آخر کار اس کو اپنی جسمانی طاقت کا گھمنڈ لے ڈوبا——ایک دن جنگل میں اس کا گزر ایک ایسے درخت کے پاس سے ہوا جسے ایک لکڑہارے نے کلہاڑی سے جگہ جگہ سے چیر کر، ان میں روک لگا کر چھوڑ دیا تھا۔ میلو کی جو شامت آئی تو اُس نے شاخوں کو چیر کر بڑا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے پہلی روک پر زوردار گھونسہ لگایا۔ روک تو نکل کر بہت دور جا پڑی لیکن اُس کی جگہ میلو کا ہاتھ پھنس گیا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ لاکھ کوشش کے باوجود وہ کسی طرح اپنا ہاتھ نہ نکال سکا۔ چند روز بعد لکڑہارا لوٹا تو اس نے ہڈیوں کا ایک پنجر درخت سے چمٹا پایا، جس کا ایک ہاتھ درخت کے کٹاؤ میں پھنسا ہوا تھا۔ جنگلی جانور، بھوکے بھیڑیے، میلو کا جسم اُدھیڑ ادھیڑ کر کھا گئے تھے۔

قدیم اولمپک گیمس کے آغاز کے بارے میں کئی کہانیاں مشہور ہیں لیکن ان میں سے ایک کہانی حقیقت سے قریب معلوم ہوتی ہے، جو اب ایک

داستان بن چکی ہے ـــــ ۸۸۴ ق-م کی بات ہے یونان کے بادشاہ اینومس کی ایک خوب صورت بیٹی ہپوو امیا تھی۔ بادشاہ اس شہزادی کی شادی ایسے جاں باز کے ساتھ کرنا چاہتا تھا جو اپنی رتھ، بادشاہ کی رتھ سے آگے نکال لے جائے گا۔ اور اگر وہ ناکام ہو جائے تو اس کو تیروں سے چھید کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس کوشش میں تیرہ نوجوانوں نے اپنی جان گنوا دی۔ چودھویں نوجوان پیلوپس نے کافی سوچ بچار کے بعد قسمت آزمانے کی ٹھانی۔ اُس نے شاہی رتھ بان کو رشوت دے کر بادشاہ کی رتھ کے پہیئے ڈھیلے کروا دیے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ رتھ تیز رفتاری سے دوڑنے لگے۔ اچانک بادشاہ کی رتھ کا پہیہ نکل کر دور جا پڑا اور رتھ کے پرخچے اڑ گئے۔ اس حادثے میں بادشاہ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ پیلوپس نے اس کامیابی کا جشن منانے اور ذیوس دیوتا کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ۸۸۴ ق-م میں اولمپک کھیلوں کی ابتدا کی تھی۔

۴۰۰ ق-م تک قدیم اولمپک گیمس کی مقبولیت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ اس میں کمی ہوتی گئی۔ ۶۶ء میں تو یہ بالکل غیر اہم بن کر رہ گئے تھے۔ یہ شہنشاہ نیرو کا زمانہ تھا۔

۳۹۴ء میں جرمن نسل کی گوتھ قوم کے قزاقوں نے شہر اولمپیا (یونان) کو لوٹ لیا اور اس کے ایک سال بعد عیسائی شہنشاہ تھیودوسس نے

اولمپک کھیلوں پر "کفر کی نمائش" کاالزام لگا کر ممنوع قرار دیا۔ پھر ایک سال بعد ایک زبردست زلزلہ آیا اور یہ بستی بالکل ویران ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی قدیم اولمپک گیمس بھی بے موت مر گئے۔

۱۸۲۹ء میں جرمن اور فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ نے اس علاقہ میں کھدائی کا کام شروع کیا، جہاں کسی زمانے میں اولمپیا شہر آباد تھا۔ ان کھدائیوں سے اولمپک کھیلوں کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ ان ہی کھدائیوں کی وجہ سے یونان نے اولمپک گیمس کے مردہ جسم میں نئی روح پھونکنی شروع کی —— گو یونانیوں نے ان کھیلوں کو دوبارہ ۱۸۵۹ء، ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۵ء اور ۱۸۸۹ء میں شروع کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے کیونکہ اس وقت یونان ایک خوش حال ملک نہیں تھا اور پھر ۱۸۹۲ء میں فرانسیسیوں نے ایسی ہی ایک کوشش کی لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

ان قدیم اولمپک گیمس کو دوبارہ زندگی بخشنے کا سہرا صرف ایک فرانسیسی نواب زادے پیئر ڈی کوبرٹن کے سر ہے —— اس بات پر اس کا ایقان تھا کہ ذہنی نشوونما کے ساتھ جسمانی تربیت بھی نہایت ضروری ہے۔

۱۸۸۸ء میں ۲۶ سالہ کوبرٹن نے "جسمانی کھیلوں کی یونین" کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح اس نے فرانس کے اسکولوں اور کالجوں میں جسمانی ورزش کو مقبول بنایا۔ اس کے بعد کوبرٹن نے اولمپیا (یونان) کا سفر کیا اور ان پرانے

کھنڈرات میں ٹہلتے ہوئے عظیم الشان خواب دیکھے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ ہم لوگ قدیم یونانیوں کی طرح اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کریں۔



فرانسیسی نواب زادہ پیئر ڈی کوبرٹن جنھوں نے اولمپک گیمس کو دوبارہ زندگی بخشی۔

کوبرٹن نے اس نئے اور اچھوتے خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ۱۸۹۳ء میں، جسمانی کھیلوں کی یونین کی طرف سے، ساری دنیا سے، کھیلوں سے دلچسپی رکھنے والوں کی ایک میٹنگ سوبورن (فرانس) میں بلائی۔ شروع میں اسے کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی لیکن ۱۶ر جون ۱۸۹۴ء کو کوبرٹن کا خواب پورا ہوتا نظر آیا۔ اس موقع پر امریکہ، انگلستان، سویڈن، اسپین، اٹلی، بلجیم، روس، یونان اور فرانس کے نمائندوں نے ایک جگہ جمع ہو کر، عالمی کھیلوں کے بارے میں سنجیدگی سے غور کیا۔ کوبرٹن نے اپنے منصوبہ کو تفصیل کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے رکھا۔ اس نے کہا کہ ہم کو اپنے کشتی راں، تیز رفتار دوڑنے والے کھلاڑی اور شمشیر زنی کے ماہر لوگوں کو دوسرے ملکوں کو بھیجنا چاہیے۔

اس طرح کی کوشش آگے چل کر بہت سود مند ثابت ہوگی۔ اور جس دن ان کھیلوں کا تعارف یورپ سے کرایا جائے گا، اس دن عالمی امن کا خواب پورا ہوگا۔ تمام اراکین نے ایک آواز ہوکر کوبرٹن کی اس تجویز کی تائید کی اور اس کو خوب سراہا۔ اور اولمپک کھیلوں کو نئے سرے سے شروع کرنے پر زور دیا۔ اور اس طرح سب سے پہلے جدید اولمپک گیمس کا ۶/اپریل ۱۸۹۶ء کو ایتھنز (یونان) میں منعقد ہونا قرار پاگیا۔

جدید اولمپک گیمس کے بانی کوبرٹن نے کھیلوں کے قاعدے اور قانون بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں اس نے ایک اولمپک پرچم بھی تیار کیا، جو پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ء کے ایک اولمپک گیمس میں لہرایا گیا۔ اولمپک پرچم سفید رنگ پر پانچ رنگوں۔ نیلا، پیلا، کالا، ہرا، لال —— ایک دوسرے میں پھنسے ہوئے دائروں پر مشتمل ہے۔ یہ پانچ رنگین دائرے، پانچ بڑے براعظموں کی نمائندگی کرتے ہیں اور پرچم کا سفید رنگ امن کا نشانی ہے۔ پرچم کے پانچ رنگوں میں سے ایک یا زائد رنگ ہر ملک کے قومی جھنڈے میں پائے جاتے ہیں۔ پانچ رنگین دائروں کے نیچے پرچم کے سفید حصّہ پر اولمپک کا نعرہ " سائیٹس، آلٹیس فورٹیس " درج ہے جس کے معنی ہیں —— تیز رفتار، بلند ہمت اور قوی ——

اولمپک کا پرچم اور نعرہ، دونوں دراصل کوبرٹن کی دین ہے اور اگر کھیلوں کا رسیا کوبرٹن نہ ہوتا تو آج اولمپک گیمس بھی نہ ہوتے اور نہ ہم آج اولمپک

کھیلوں کی کہانی سنتا رہے ہوتے !

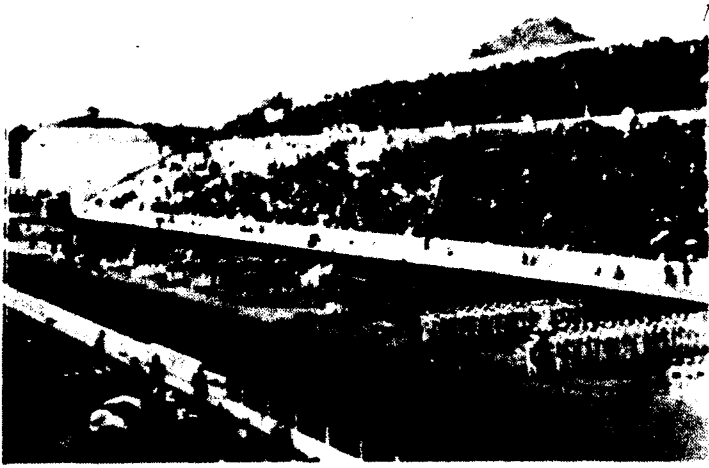
ہو سکتا ہے کہ ۷۷۶ ق-م سے پہلے بھی اولمپیا میں کھیلوں کے مقابلے ہوتے رہے ہوں لیکن سچ پوچھیے تو ہماری قدیم اولمپک گیمس کی کہانی ۷۷۶ ق-م سے ہی شروع ہوتی ہے ـــــ اس سلسلہ میں سب سے پہلا کارنامہ ایک یونانی باورچی کوروبس کا ہے۔ اس کارنامہ کی تاریخ سے ہی یونانی، اولمپک کھیلوں کے چار سال کے وقفے کا حساب رکھنے لگے تھے۔ جس زمانہ میں کوروبس نے مقابلہ میں حصّہ لیا. تھا، اس وقت صرف ایک طرفہ ۲۰۰ گز لمبی دوڑ تھی۔ ۷۲۴ ق-م میں دو طرفہ دوڑ کا اضافہ کیا گیا۔ اس کے چار سال بعد تقریباً تین میل لمبی دوڑ کو بھی شامل کیا گیا۔

گذشتہ صدی کے دوران، اولمپک گیمس میں، کُشتی، مکّہ بازی، تیر بازی، لمبی چھلانگ (لانگ جمپ) وغیرہ کو شامل کیا گیا۔ پھر ایک ایسا وقت آیا کہ قدیم اولمپک کھیلوں میں بہت سے کھیل شامل ہونے لگے۔ اور مقابلوں کی اس کثرت اور وقت کی کمی کی وجہ سے کبھی کبھی مکّہ بازی کے مقابلے چاندنی راتوں میں ہوا کرتے تھے !

دوسری بڑی جنگ کے بعد مندرجہ ذیل ۲۲ کھیل، معیاری کھیل قرار دیے گئے:

۱۔ فٹ بال ۲۔ ہاکی ۳۔ باسکٹ بال ۴۔ والی بال ۵۔ واٹر پولو ۶۔ تیراکی اور غوطہ زنی ۷۔ کشتی ۸۔ جوڈو ۹۔ سائیکل رانی ۱۰۔ ویٹ لفٹنگ ۱۱۔ تیر اندازی ۱۲۔ باکسنگ ۱۳۔ جدید پنجگانہ کھیل ۱۴۔ ہینڈ بال ۱۵۔ بادبانی کشتی رانی ۱۶۔ گھوڑ سواری کے کھیل ۱۷۔ ٹریک اور میدانی کھیل ۱۸۔ جمناسٹک

۱۹- بجرا چلانا ۲۰- نشانہ بازی ۲۱- شمشیر زنی ۲۲- کشتی رانی۔
ایک وقت میں کم از کم ۱۵ کھیلوں کا اولمپک گیمس میں شریک ہونا ضروری ہے۔
والی بال اور جوڈو سب سے پہلے ۱۹۶۴ء کے ٹوکیو اولمپک گیمس میں کھیلے گئے۔



ایتھنز کا اسٹیڈیم جہاں 1986 میں پہلے جدید اولمپک گیمس منعقد ہوئے

۱۸۹۶ء میں ایتھنز (یونان) میں پہلے جدید اولمپک گیمس ہوئے تھے جس میں ۱۲ ملکوں کے ۲۶۰ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا تھا۔ اور تقریباً ۶۰ ہزار تماشائیوں نے ان کھیلوں کو دیکھا تھا۔ ان مقابلوں میں ایک ۲۵ سالہ گڈریے نے حصّہ لے کر یونان کی کھوئی ہوئی عزت واپس حاصل کی تھی۔ اس سے پہلے اس گمنام کھلاڑی نے کبھی اپنی زندگی میں دوڑ نہیں لگائی تھی۔ یہ دوڑ تقریباً ۲۵ میل لمبی تھی۔ آسٹریلیا

کے کھلاڑیوں نے ۸۰۰ میٹر اور ۱۵۰۰ میٹر کی دوڑ میں سونے کے تمغے حاصل کیے اور جرمن، جمناسٹکس میں بازی لے گئے۔ امریکہ ٹریک اور میدان کے کھیلوں میں چھایا رہا۔ یونان کو ماراتھان دوڑ میں سونے کا تمغہ ملا — ماراتھان دوڑ کی ابتدا بڑی دل چسپ ہے — ۴۹۰ ق۔م میں ایران کے شہنشاہ دارا نے ایتھنز پر قبضہ کرنا چاہا۔ اس کا سپہ سالار بڑھتے بڑھتے ماراتھان تک پہنچ گیا جو ایتھنز سے ۲۶ میل دور تھا۔ یونانیوں نے اپنے ایک اولمپک چمپین فیڈی فیڈیس کو مدد کے لیے اسپارٹا بھیجا۔ کہانی کے مطابق، وہ دریا پہاڑ عبور کر کے دوڑتا ہوا اسپارٹا گیا اور اپنا فرض پورا کر کے ماراتھان لوٹ آیا۔ اس دوران یونانیوں کے عظیم سپہ سالار نے پہاڑ سے نیچے اتر کر ماراتھان میں تقریباً ۲۰ ہزار ایرانی سپاہیوں کو ختم کر دیا اور اس طرح ایتھنز کو بچا لیا۔ فتح کی خوشخبری سنانے کے لیے تھکے ہارے فیڈی فیڈیس کو ایتھنز بھیجا گیا، وہ ۲۶ میل دوڑتا ہوا ماراتھان سے ایتھنز پہنچا اور گھر پہنچتے ہی چلّایا۔ "خوشیاں مناؤ" "ہم فتح یاب ہو گئے!" یہ الفاظ کہہ کر اس نے دم توڑ دیا۔ آج ماراتھان دوڑ اسی کی یادگار ہے۔

۱۹۰۰ء میں فرانسیسیوں کے شروع کیے ہوئے دوسرے اولمپک گیمس پیرس میں ہوئے جو ۵ مہینے تک چلتے رہے۔ ان مقابلوں میں امریکہ نے ۲۲ میں سے ۱۷ سونے کے تمغے حاصل کیے۔

۱۹۰۴ء میں، تیسرے اولمپک کھیلوں کا انعقاد سینٹ لوئی (امریکہ) میں

ہوا۔ امریکہ کے باہر سے صرف آٹھ ملکوں نے حصّہ لیا۔ بحراوقیانوس کا لمبا فاصلہ اور سفر کے بھاری اخراجات کی وجہ سے کھلاڑیوں کی تعداد کم تھی۔ ایک دن کے مقابلہ کے لیے تین ہفتہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ تماشائیوں کا سب سے بڑا مجمع دو ہزار سے زیادہ نہ تھا۔ اِن کھیلوں میں ایک شرمناک واقعہ پیش آیا ــــــ ایک امریکی نے ماراتھان کی لمبی دوڑ جیتی تھی۔ اس کی کامیابی کا اعلان کرنے کے بعد اس کو نااہل قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس نے دوڑ کا ایک چوتھائی فاصلہ موٹر کار سے طے کیا تھا!

۱۹۰۸ء کے چوتھے اولمپک گیمس لندن میں ہوئے جس میں ۲۰ ملکوں سے دو ہزار کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ کھیلوں کی تعداد کو بڑھا کر ۲۰ کر دیا گیا تھا۔ وائٹ سٹی میں ایک بڑا اسٹیڈیم بنایا گیا اور ایک سوئمنگ پول بھی تیار کیا گیا جو ۱۰۰ میٹر لمبا تھا۔ ان اولمپک گیمس میں ماراتھان دوڑ کا فاصلہ ۲۶ میل سے بڑھا کر ۲۶ میل ۳۸۵ گز کر دیا گیا تاکہ دوڑ شہ نشین کے سامنے ختم ہو اور بادشاہ سلامت اس کو دیکھ سکیں! ان کھیلوں میں ذرا سی بدمزگی رہی ــــــ امریکہ نے شاہِ انگلستان کے آگے اپنا پرچم سرنگوں کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انگلستان بادبانی کشتی رانی، ٹینس، کشتی رانی اور پولو میں بازی لے گیا۔ کناڈا نے جملہ ۱۲ تمغے حاصل کیے جن میں ۴ سونے کے تمغے تھے۔

۱۹۱۲ء میں پانچویں اولمپک گیمس اسٹاک ہوم (سویڈن) میں ہوئے تھے

جن میں ۲۵۰۰ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا تھا، جن میں ۵۰ عورتیں بھی شامل تھیں۔ اس وقت تک ریڈیو ایجاد نہیں ہوا تھا اس لیے مقابلوں کے سامعین کی تعداد صفر تھی۔

۱۹۱۶ء میں چھٹے اولمپک گیمس منعقد نہ ہو سکے۔ پہلی بڑی جنگ کی وجہ سے اولمپک کھیلوں کا سلسلہ روک دیا گیا تھا۔

۱۹۲۰ء میں جنگ کے بعد سب سے پہلے ساتویں اولمپک گیمس بلجیم کی بڑی بندرگاہ انٹورپ میں ہوئے۔ ان اولمپک کھیلوں نے یہ ثابت کر دیا کہ جنگ بھی اولمپک کی رُوح کو کچل نہیں سکتی۔ ان اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ حلف کا آغاز ہوا اور اولمپک پرچم لہرایا گیا جس کو کوبرٹن نے ۱۹۱۳ء میں تیار کیا تھا۔ اِن مقابلوں میں صرف جنگ میں کامیاب ملکوں کے کھلاڑیوں کو شریک ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ روس ۱۹۵۲ء تک غیر حاضر رہا!

۱۹۲۴ء کے آٹھویں اولمپک گیمس پیرس (فرانس) میں ہوئے۔ ۴۴ ملکوں کے ۳۰۹۲ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ تیراکی کے مقابلوں میں امریکی پیراک جانی ویسمولر ایک درخشاں ستارہ بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس نے تیراکی کے ۵۰ گز سے لے کر ۸۰۰ گز تک سارے مقابلوں میں عالمی ریکارڈ قائم کیا لیکن یہ ہالی وڈ کی فلمی دنیا میں اپنے ٹارزن کے کردار کی وجہ سے زیادہ مشہور رہا۔

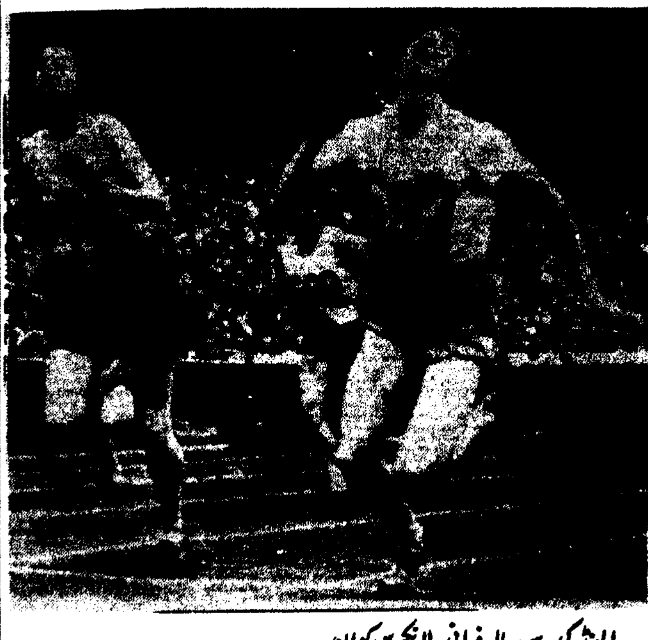
۱۹۲۸ء میں، ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) میں ہونے والے نویں اولمپک گیمس میں

پہلی بڑی جنگ میں ہارے ہوئے ملکوں کو حصّہ لینے کی اجازت دی گئی تھی جس کی وجہ سے ۴۶ ملک مقابلوں میں شریک ہو سکے۔ اس مرتبہ ہندوستان نے ہاکی میں سب سے پہلا سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔ پہلی مرتبہ عورتوں کو ٹریک اور میدانی کھیلوں کے ساتھ ساتھ جمناسٹک میں شریک کیا گیا۔ ان اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ، امن و سلامتی کی علامت کے طور پر، کبوتر ہوا میں چھوڑے گئے۔

۱۹۳۲ء کے دسویں اولمپک گیمس میں ۱۹ نئے اولمپک ریکارڈ قائم کیے گئے جو لاس اینجلز (امریکہ) میں ہوئے تھے۔ افتتاحی تقریب میں ایک لاکھ ۵ ہزار نشستوں والا اسٹیڈیم تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جو خاص طور پر اولمپک کھیلوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ بحرالکاہل کے کنارے ۱۲۵ ایکڑ زمین پر پہلی مرتبہ اولمپک ویلج بنایا گیا تھا۔ گو، ۳۷ ملکوں نے حصّہ لیا تھا لیکن سفر کے بھاری اخراجات کی وجہ سے یورپ سے بہت کم کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ تیراکی کے مقابلہ میں، جاپان نے اپنے تیراکی کے کمالات دکھائے اور پھر ایک مرتبہ ہندوستان نے ہاکی میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

۱۹۳۶ء برلن (جرمنی) میں ہونے والے گیارھویں اولمپک گیمس میں ہندوستان نے تیسری مرتبہ ہاکی میں سونے کا تمغہ جیتا۔ ریڈیو کی ایجاد کی وجہ سے ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۶ء تک کھلاڑیوں کے ساتھ اولمپک مقابلوں کی سامعین کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا۔ ان ہی اولمپک کھیلوں میں پہلی مرتبہ مشعل جلانے کی رسم

شروع کی گئی۔ اولمپک کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ ایتھنز میں سورج کی شعاعوں سے مشعل کو روشن کر کے مشعل برداروں کے ذریعہ اولمپک گیمس کے مقام تک لایا جائے تیراکی میں ہالینڈ کی عورتوں نے برتری حاصل کی۔ جرمنی کشتی رانی اور جمناسٹکس میں سب سے آگے تھا۔ امریکہ کے کھلاڑیوں نے سونے کے چار تمغے حاصل کیے اور ۱۲ اولمپک ریکارڈ توڑے۔ جاپان میراتھان دوڑ میں بازی لے گیا!



ہالینڈ کی ۳۰ سالہ فیانی بلانکرس کوان

۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۴ء میں دوسری بڑی جنگ کی وجہ سے بارھویں اور تیرھویں اولمپک گیمس ٹوکیو اور ہلسنکی میں منعقد نہ ہو سکے۔



ہالینڈ کی ۳۰ سالہ فیانی بلانکرس کوان ۸۰ میٹر کی دوڑ لگا رہی ہے۔

۱۹۴۸ء میں دسویں اولمپک کھیلوں کے تقریباً بارہ سال بعد لندن میں چودھویں اولمپک گیمز ہوئے جن میں ۵۹ ملکوں سے ۴ ہزار مردوں اور ۴۲۸ عورتوں نے حصّہ لیا۔ ان عورتوں میں ہالینڈ کی ایک شرمیلی عورت بھی شامل تھی، جو دو بچوں کی ماں تھی! اس نے سو میٹر اور دو سو میٹر کی دوڑ میں کامیابی حاصل کی۔ اس نے ۸۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ بھی جیتی۔ اس کے علاوہ یہ جاندار خاتون ۴۰۰ میٹر کی ریلے دوڑ میں بھی بازی لے گئی۔ اس طرح چار سونے کے تمغے حاصل کیے۔ اصولی طور پر وہ تین سے زائد مقابلوں میں حصّہ نہیں لے سکتی تھی۔ اسی لیے لمبی چھلانگ (لانگ جمپ) اور اونچی چھلانگ (ہائی جمپ) کے مقابلوں میں شامل نہ ہو سکی۔ حالانکہ دونوں کھیلوں میں یہ عورت ماہر سمجھی جاتی تھی۔ جب اخبار کے ایک رپورٹر نے اس سے اتنی مشہور اور اچھی

کھلاڑی ہونے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: "میں نے بس اتنا ہی کیا ہے کہ تیز دوڑی ہوں۔ نہ معلوم کیوں لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں؟" —— اس مرتبہ بھی ہندوستان نے ہاکی کا مقابلہ جیت کر چوتھی مرتبہ سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ ان اولمپک گیمس میں، ٹیلی ویژن کی ایجاد کی وجہ سے تماشائیوں اور ناظرین کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

۱۹۵۲ء میں، ہلسنکی (فن لینڈ) میں ہونے والے پندرھویں اولمپک گیمس کے ہیرو، چیکوسلواکیہ کے ایمیل زاٹوپیک کا نام شاید ہم کبھی نہیں بھول سکتے اس نے دس ہزار میٹر کی دوڑ نہ صرف جیتی بلکہ یہ فاصلہ اپنے گذشتہ ریکارڈ سے ۴۲ سکنڈ کم وقت میں طے کیا۔ اس نے پانچ ہزار میٹر کی دوڑ کا فاصلہ ۱۴ منٹ ۶،۶ سکنڈ میں طے کر کے ایک نیا اولمپک ریکارڈ قائم کیا۔ اس کے علاوہ پہلی مرتبہ ماراتھان دوڑ میں حصّہ لے کر اس نے کامیابی حاصل کی! ان کھیلوں میں انگلستان کی ایک نہ چلی۔ البتہ کناڈا کو ایک سونے کا تمغہ اور دو چاندی کے تمغے ملے۔ اس مرتبہ اولمپک گیمس میں ۶۹ ملکوں کے ۵ ہزار کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ چالیس سال کی غیر حاضری کے بعد روس بھی مقابلوں میں شریک ہوا تھا۔ ہندوستان کی ہاکی ٹیم نے پانچویں مرتبہ بھی سونے کا تمغہ جیت کر اپنے ملک کے وقار کو قائم رکھا۔

۱۹۵۶ء میں، ملبورن (آسٹریلیا) کے سولھویں اولمپک کھیلوں میں ہندوستان

نے چھٹی بار ہاکی میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ لیکن اس دفعہ پاکستان سے بہت سخت مقابلہ ہوا تھا۔ ملبورن کے جنوبی کرۂ ارض میں ہونے کی وجہ سے، اس بار اولمپک گیمس ۲۲ر نومبر سے ۸ر دسمبر تک ہوئے جب کہ شمالی کرۂ ارض میں عام طور پر اولمپک کھیل جون، جولائی یا اگست میں منعقد ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ روس نے اولمپک گیمس کی تاریخ میں، ۳۲ سونے کے تمغے اور ۷۲۲ غیر رسمی پوائنٹ بنا کر کھیلوں کی دنیا میں پہلا مقام حاصل کیا۔ بے چارہ امریکہ دوسرے نمبر پر تھا۔ ان کھیلوں میں ایک دل چسپ بات یہ ہوئی کہ پیار و محبّت نے روس کے آہنی پردے کو چاک کر دیا: ان مقابلوں کے دوران، امریکہ کے ایک مرد کھلاڑی کی پہلے دوستی پر منگنی چیکوسلواکیہ کی ایک خاتون کھلاڑی سے ہوئی۔ جھگڑا لو سیاست سے بلند ہو کر، بعد میں دونوں نے شادی رچالی!

۱۹۶۰ء کے سترھویں اولمپک گیمس روم (اٹلی) میں ہوئے جس میں ۸۴ ملکوں کے ۵۹۰۲ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ روم کے یہ اولمپک مقابلے ہمیشہ، یادگار رہیں گے۔ کیوں کہ اس مرتبہ ایتھوپیا کے شاہی محل کے محافظ، ابیب بکیلا نے میراتھان دوڑ میں ۲۶ میل، ۳۸۵ گز کا فاصلہ دو گھنٹے ۱۵ منٹ اور ۲ء۱۶ سیکنڈ میں طے کر کے پرانے ریکارڈ کو ۸ منٹ سے توڑا۔ ان اولمپک گیمس میں ہماری تمام امیدیں ہندوستان کے ملکھا سنگھ سے وابستہ تھیں جو ۴۰۰ میٹر کی دوڑ میں حصّہ لے رہا تھا۔ اس نے ۱۹۵۸ء میں ٹوکیو میں ہونے والے



ہندوستانی کھلاڑی ملکھا سنگھ

تیسرے ایشیائی کھیلوں کے مقابلوں میں حصّہ لے کر دو سو اور چار سو میٹر کی دوڑ میں سونے کا تمغہ حاصل کر کے دو نئے ایشیائی ریکارڈ قائم کیے تھے۔ اس کے بعد

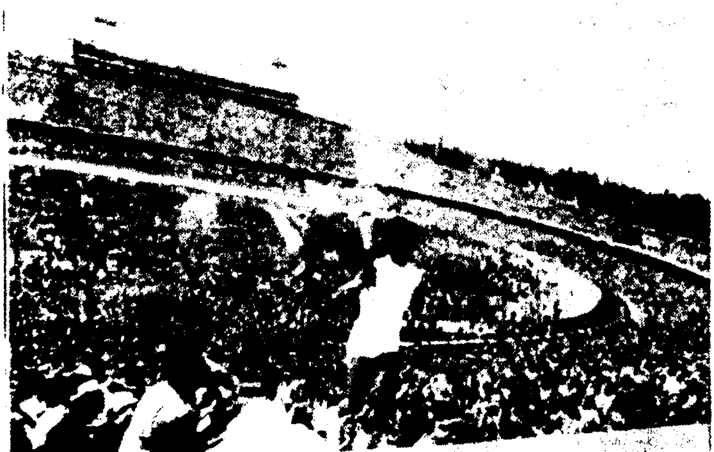
ملکھا سنگھ نے کارڈف (انگلستان) میں کامن ویلتھ گیمس کی ۴۰۰ میٹر کی دوڑ میں سونے کا تمغہ جیتا تھا۔ اس کے علاوہ اسے چار سو میٹر کی دوڑ میں دنیا کا بہترین دوڑنے والا قرار دیا گیا اور اس مقابلہ میں اس نے ٹرافی حاصل کی تھی لیکن توقع کے خلاف اس مرتبہ اولمپک گیمس کی چار سو میٹر کی دوڑ میں ملکھا سنگھ نے یہ فاصلہ ۴۵/۶ سکنڈ میں طے کر کے چوتھا مقام حاصل کیا۔ اس دفعہ ہندوستان کی ہاکی ٹیم کو پہلی بار شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پاکستان صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے جیت گیا۔



امریکہ کے مرد کھلاڑی اور چیکوسلواکیہ کی خاتون کھلاڑی نے جھگڑا او سیاست سے بلند ہو کر شادی رچالی۔

۱۹۶۴ء کے اٹھارویں اولمپک گیمس میں، جو ٹوکیو (جاپان) میں ہوئے تھے، ۹۴ ملکوں کے آٹھ ہزار کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ اس مرتبہ ہندوستان نے ہاکی میں پاکستان کو ایک گول سے شکست دے کر، اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لیا۔ ایتھوپیا کے ابیب بکیلا نے ماراتھان دوڑ کا فاصلہ دو گھنٹے بارہ منٹ اور گیارہ سیکنڈ میں طے کیا۔ اس نے اس مقابلہ میں کپڑے کے جوتے پہن رکھے تھے۔ ان اولمپک کھیلوں میں پہلی

مرتبہ جوڈو کا مقابلہ شامل کیا گیا۔ اس بار بہت سے امریکی نسل کے ممتاز پیراک ہمارے سامنے آئے۔ امریکیوں نے تیراکی میں بارہ میں سے نو سونے کے تمغے جیتے اور سات اولمپک ریکارڈ قائم کیے۔ امریکہ نے تیراکی کے علاوہ دوسرے کھیلوں میں چاندی اور سونے کے تمغے حاصل کیے۔ امریکہ کو جملہ ۳۶ سونے کے تمغے اور روس کو ۳۰ سونے کے تمغے ملے۔ ان کھیلوں میں ۸۰ عالمی ریکارڈ توڑے گئے اور سب میں دل چسپ بات یہ ہوئی کہ شہر ٹوکیو کی فضا میں ۸۰۰۰ کبوتر چھوڑے گئے۔



1968 میں میکسیکو اولمپک گیمس کی ایک خاتون کھلاڑی نے مشعل بردار کے فرائض انجام دیے۔

۱۹۶۸ء میں میکسیکو شہر (میکسیکو) میں جب ۱۹ ویں اولمپک گیمس کا انعقاد عمل

میں آیا تو یہ ڈر تھا کہ کہیں کھیل کے میدانوں کی سطح سمندر سے ۷۳۵۰ فٹ کی بلندی کھلاڑیوں کی کارکردگی پر بُرا اثر نہ ڈالے! (کیوں کہ اب تک اولمپک گیمس ..۷ فٹ کی بلندی سے زیادہ پر نہیں کھیلے گئے تھے) لیکن یہ اندیشہ غلط نکلا۔ اس اندیشہ کے باوجود ۱۱۲ ملکوں کے ۶۸۸۶ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ یہ بات خود اپنی جگہ ایک ریکارڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان اولمپک کھیلوں میں میکسیکو کی ایک خاتون کھلاڑی نے مشعل بردار کے فرائض انجام دیے، جو تاریخ میں پہلی اولمپک مشعل بردار خاتون ہے۔ ان مقابلوں میں امریکہ نے جملہ ۴۵ اور روس نے ۲۹ سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ۱۹۶۴ء تک یہ اصول تھا کہ اگر کسی کھلاڑی نے کسی ملک کے لیے مقابلہ کیا ہو تو وہ پھر دوسرے ملک کے لیے مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن ۱۹۶۸ء کے اولمپک گیمس میں یہ اصول بدل دیا گیا۔ البتہ ایک نیا اصول عورتوں کے لیے بنایا گیا۔ ان کے لیے جسمانی معائنہ کی شرط رکھی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ٹیم منیجروں نے ہارمونز کی مدد سے اپنے خاتون کھلاڑیوں کی جنس بدل دی تھی! اس مرتبہ ہندوستانی ہاکی ٹیم کو زبردست شکست ہوئی۔ بدقسمتی سے وہ چاندی کا تمغہ بھی حاصل نہ کر سکی اسے صرف کانسے کے تمغے پر قناعت کرنی پڑی۔ میکسیکو اولمپک گیمس میں سب سے زیادہ دلچسپ واقعہ، بس اچانک ہی، اختتامی رسم کے دوران ہوا ـــــ جب کھلاڑی آخری سلامی دے رہے تھے تو اس وقت ایک امریکی تماشائی اچھل کر میدان میں جا گرا اور

میدان کے مرکزی حصّہ میں ایک چھوٹی ٹکڑی میں جا ملا ! اس کے دیکھا دیکھی سارے تماشائی بھی ایک ایک کر کے، میدان میں در آئے اور یہ لوگ کھلاڑیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں جا ملے اور ایک دوسرے کے بانہوں میں بازو ڈال کر، ناچنے گانے اور ہنسنے ہنسانے لگے اولمپک کھیلوں کی تاریخ میں عوام کی خوشی کا یہ سب سے پہلا مظاہرہ تھا اور دراصل اولمپک گیمس کا حقیقی مقصد بھی یہی ہے۔

۱۹۷۲ء میں، میونخ (مغربی جرمنی) میں ہونے والے ۲۰ ویں اولمپک گیمس میں ۱۲۳ ملکوں کے دس ہزار کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ ۱۸۹۶ء میں ایتھنز کے پہلے اولمپک کھیلوں میں صرف ۴۲ مقابلے رکھے گئے تھے لیکن ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس میں ۲۲ اہم کھیلوں کے لیے ۱۹۶ مقابلے منعقد کیے گئے تھے۔ اور اس موقع پر کئی نئے اولمپک ریکارڈ قائم کیے گئے۔

میونخ اولمپک کھیلوں میں امریکی پیراک مارک اسپٹز نے اولمپک تیراکی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ـــــ اسپٹز نے ان مقابلوں میں سات سونے کے تمغے حاصل کیے ہاکی میں، ہندوستان کی سونے کا تمغہ حاصل کرنے کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، جب پاکستان نے سمی فائنل ہی میں ہندوستانی ٹیم کو صفر کے مقابلے میں دو گول سے ہرا دیا۔ فائنل میں مغربی جرمنی نے ہاکی کا تاج حاصل کرنے کے لیے پاکستان سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جب آخری سیٹی بجی تو دنیا نے دیکھا کہ یہ میچ مغربی جرمنی کی ٹیم

جیت گئی۔اس طرح اولمپک کھیلوں کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا۔جب کسی مغربی ملک نے ۱۹۲۸ء سے قائم ایشیائی اجارہ داری کو توڑ کر ہاکی میں سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغربی جرمنی کی ہاکی ٹیم کے کھلاڑیوں نے اولمپک کے مقابلوں میں حصّہ لینے سے پہلے تقریباً دو سال تک مسلسل مشق کی تھی۔جس کھلاڑی نے فائنل میچ میں پاکستان کے مقابلہ میں پنالٹی شاٹ لگا کر ایک گول بنایا تھا، اس نے تقریباً ۲۵۰۰ مرتبہ ایسا شاٹ لگانے کی مشق کی تھی! تب ہی کہیں جاکر اور صرف اسی قسم کے لگاؤ اور محنت سے آخر کار سونے کے تمغے حاصل ہوتے ہیں۔

مغربی جرمنی کی ایک سولہ سالہ ہائی اسکول کی طالبہ نے ہائی جمپ میں ۱٫۸۵ میٹر (۶ فٹ ۱ ۱/۴ انچ) کا ریکارڈ قائم کیا۔یہ اونچائی اس کے قد کے برابر ہے!

روس کی ۱۷ سالہ اولگا کاربٹ نے جمناسٹکس میں دھوم مچا دی۔میونخ اولمپک گیمس میں روس نے جملہ ۹۹ تمغے حاصل کیے اور امریکہ کو جملہ ۹۴ تمغے ملے۔مشرقی جرمنی نے کل ۶۶ تمغے جیتے، جن میں ۲۰ سونے کے تمغے تھے۔ایشیائی ملکوں میں سب سے زیادہ تمغے جاپان نے حاصل کیے، کُل ۲۹ تمغے، جن میں ۱۳ سونے کے تمغے تھے۔

۱۹۷۶ء کے ۲۱ویں اولمپک گیمس مانٹریال (کناڈا) میں ہوئے ——

۱۹۷۲ء کے ۲۰ ویں میونخ اولمپک کھیلوں میں ۱۲۲ ملکوں نے حصّہ لیا تھا، لیکن

مانٹریال میں صرف ۸۸ ملکوں نے شرکت کی تھی۔ کھلاڑیوں کی جملہ تعداد ۷۲۵۶ تھی، جن کی حفاظت کے لیے ۱۶ ہزار فوجی متعین کیے گئے تھے۔ اس مرتبہ ۲۲ ملکوں نے اولمپک گیمس کا بائیکاٹ کیا تھا، جن میں اکثریت افریقی ممالک کی تھی۔

۱۹۷۰ء میں، جب کناڈا نے اولمپک گیمس منعقد کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اس وقت اخراجات کا اندازہ ۳۱۰ ملین ڈالر لگایا گیا تھا لیکن چار سال بعد جب مانٹریال میں اولمپک گیمس اختتام کو پہنچے تو یہ اخراجات اندازہ سے کہیں زیادہ یعنی ½۱ بلین ڈالر تک پہنچ گئے تھے!

مہمان کھلاڑیوں کے لیے ایک "اولمپک شہر" بنایا گیا تھا ـــــ دو، ۱۹ منزلہ عمارتیں، ہوائی اڈّہ، ہوٹلیں وغیرہ۔ اس شہر کے اطراف دس فٹ اونچی تار کی باڑھ لگائی گئی تھی، جس پر ۱۰۰ ملین خرچ آیا تھا!

۱۷ جولائی ۱۹۷۶ء کو انگلستان کی ملکہ ایلزبتھ دوم نے ۲۱ ویں اولمپک گیمس کا مانٹریال میں افتتاح کیا ـــــ ان اولمپک کھیلوں میں ۲۲ عالمی ریکارڈ توڑے گئے۔

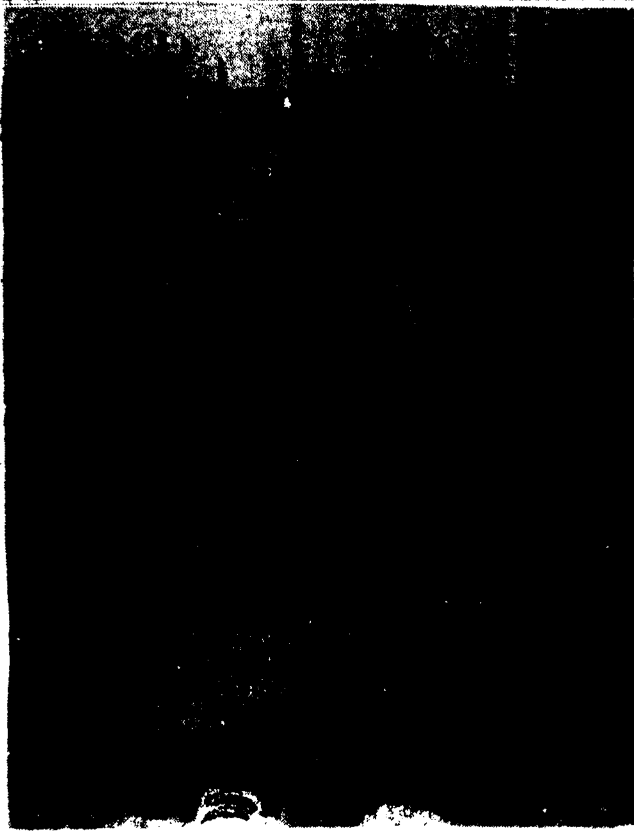
۷۱ ہزار تماشائیوں نے فٹ بال کا فائنل میچ دیکھا، جس میں مشرقی جرمنی نے پولینڈ کو شکست دی تھی۔ ہاکی میں نیوزی لینڈ آسٹریلیا پر بازی لے گیا۔ امریکہ نے مردوں کے باسکٹ بال کے مقابلے میں پھر سے برتری حاصل کرلی۔ مانٹریال اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ عورتوں کے باسکٹ بال کے مقابلے

شروع ہوئے، جس میں روسی ٹیم نے امریکی ٹیم کو ہرا دیا۔ مردوں کے والی بال کے فائنل میچ میں کامیابی کا سہرا پولینڈ کے سر رہا۔ عورتوں کے فائنل میں جاپان کا مقابلہ روس سے ہوا۔ جاپان جیت گیا۔ تیراکی میں مشرقی جرمنی سب پر سبقت لے گیا۔ جمناسٹکس میں جاپان اور مشرقی یورپ کے ملکوں کا پلہ بھاری رہا ـــــ رومانیہ کی ۱۴ سالہ نادیا کومانیسی جمناسٹکس کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا! اتھلیٹکس میں ہندوستان کے سری رام سنگھ نے ۸۰۰ میٹر کی دوڑ میں ساتواں درجہ حاصل کیا۔

مانٹریال اولمپک گیمس میں تمغوں کی تقسیم اس طرح ہوئی:

	سونے کے تمغے	چاندی کے تمغے	کانسے کے تمغے
روس:	۴۷	۴۳	۲۵
مشرقی جرمنی:	۴۰	۲۵	۲۵
امریکہ:	۳۴	۳۵	۲۵
مغربی جرمنی:	۱۰	۱۲	۱۷

۱۹۸۰ء میں، ۲۲ ویں اولمپک گیمس روس کی راجدھانی ماسکو میں ہوئے ــــ جہاں اولمپک کھیلوں کے لیے ایک نیا شہر بنایا گیا تھا، جس میں ٹیلی ویژن اور ریڈیو کا نشریاتی مرکز، ۲۵ منزلہ ہوٹل، ڈاک خانہ کے علاوہ گیارہ نئے اتھلیٹکس کے مراکز بھی تعمیر کیے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اولمپک گیمس کے اخراجات کے لیے حکومت کے خزانہ سے ۲۵۰ ملین ڈالر لیے گئے تھے!



1980ء میں ماسکو کے لینن سینٹرل اسٹیڈیم میں 22ویں اولمپک گیمس کی اختتامی تقریب

بین الاقوامی اولمپک کمیٹی کی ۲۲ ویں اولمپک گیمس میں داخلے کی مقرر کردہ آخری تاریخ یعنی ۲۷ر مئی ۱۹۸۰ء تک ۸۵ ملکوں نے اولمپک کھیلوں میں شرکت پر رضامندی ظاہر کی، ۲۹ ملکوں نے انکار کر دیا اور ۲۷ ملکوں نے

جواب ہی نہیں دیا اور پھر امریکہ اور اس کے دوست ملکوں نے ماسکو اولمپک گیمس میں شرکت نہیں کی۔ اس طرح صرف ۸۱ ملکوں کے ۵۷۴۸ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا اور تقریباً ۵۰ ملکوں کے کھلاڑی غیر حاضر رہے۔

۱۹ر جولائی ۱۹۸۰ء کو چار بجے سہ پہر روس کے صدر لیونڈ برزنیف نے ایک لاکھ سے زائد تماشائیوں کی موجودگی میں ماسکو کے لینن سنٹرل اسٹیڈیم میں ۲۲ ویں اولمپک گیمس کا رسمی طور پر افتتاح کیا۔

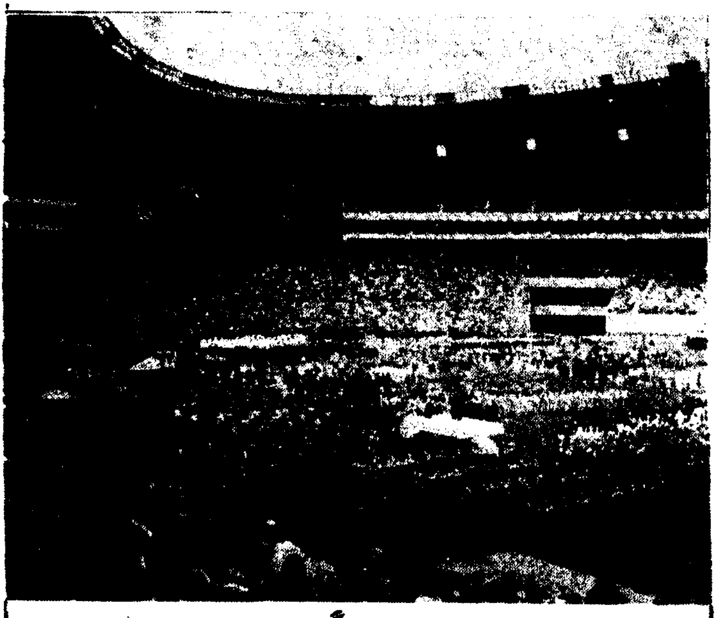
ماسکو اولمپک گیمس میں چیکوسلواکیہ، فٹ بال کا چمپین شپ جیت گیا۔ مردوں کے ہاکی کے مقابلوں میں ہندوستان اوّل، اسپین دوم اور روس سوم رہا۔ عورتوں کے ہاکی کے مقابلوں میں افریقہ کا نوآزاد شدہ ملک زمبابوے (جو پہلے رہوڈیشیا کہلاتا تھا) نے سونے کا تمغہ حاصل کیا! مردوں کے باسکٹ بال میں یوگوسلاویہ نے اٹلی کو فائنل میچ میں ہرادیا۔ اور عورتوں کے باسکٹ بال میں روس، بلغاریہ پر بازی لے گیا۔

ماسکو اولمپک گیمس میں، میزبان ملک روس کی مردوں اور عورتوں کی ٹیموں نے والی بال اور واٹر پولو میں سونے کے تمغے حاصل کیے۔

ماسکو اولمپک گیمس میں، امریکہ اور اس کے دوست ملکوں نے حصّہ نہیں لیا تھا اس لیے سارے تمغے روس اور مشرقی یورپ کے ممالک کے کھلاڑیوں نے حاصل کیے:

سونے کے تمغے / چاندی کے تمغے / کانسے کے تمغے

روس	۸۰	۷۰	۴۷
مشرقی جرمنی	۴۷	۳۶	۴۲
بلغاریہ	۸	۱۶	۱۶



لاس اینجلس میں 1984ء کے ۲۳ ویں اولمپک گیمس کی اختتامی تقریب

اتوار، ۳ر اگست ۱۹۸۰ء کو ۲۲ ویں اولمپک گیمس کی اختتامی تقریب میں، ماسکو کے لینن سینٹرل اسٹیڈیم میں، پورے احترام کے ساتھ یونان، اور روس کے قومی جھنڈے بلند کیے گئے اور ان کے ساتھ ساتھ امریکہ کے شہر

لاس اینجلز کا پرچم بھی بلند کیا گیا، جہاں ۱۹۸۴ء میں، ۲۳ ویں اولمپک گیمس منعقد ہونے والے تھے۔

۱۹۸۴ء میں، ۲۳ ویں اولمپک گیمس امریکہ کے شہر لاس اینجلز میں ہوئے ۔
۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک کھیلوں میں امریکہ اور اس کے دوست ملکوں نے حصّہ نہیں لیا تھا، اسی لیے روس اور اس کے حلیف ممالک نے لاس اینجلز اولمپک گیمس کا بائیکاٹ کیا تھا۔

۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء کو لاس اینجلز میں، امریکہ کے صدر رونالڈ ریگن نے ۲۳ ویں اولمپک گیمس کا افتتاح کیا ــــــ اسٹیڈیم میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ تقریباً ۳۰ ہزار تماشائی اسٹیڈیم کے باہر کھڑے تھے۔

لاس اینجلز اولمپک گیمس میں، فٹ بال کے فائنل میچ میں فرانس نے برازیل کو صفر کے مقابلے میں دو گول سے ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا اور یوگوسلاویہ کو کانسہ کا تمغہ ملا۔ مردوں کے ہاکی کے مقابلے میں پاکستان اوّل، مغربی جرمنی دوم اور امریکہ سوم رہا۔ عورتوں کی ہاکی کے فائنل میچ میں ہالینڈ نے مغربی جرمنی کو ہرا دیا۔ باسکٹ بال کے مردوں کے مقابلوں میں امریکہ اوّل اور اسپین دوم رہا اور عورتوں کے باسکٹ بال کے فائنل میں امریکہ نے جنوبی کوریا کو شکست دے دی۔ مردوں کے والی بال کے مقابلوں میں امریکہ نے برازیل کو ہرا دیا اور عورتوں کے والی بال میں چین بازی لے گیا۔

۱۹۸۴ء کے اولمپک گیمس میں اتھیلیٹکس کے میدان میں چند نئے ریکارڈ قائم کیے گئے ــــ مردوں کی ماراتھان دوڑ میں پرتگال کے کھلاڑی کا ریکارڈ ۲ گھنٹے ۹ منٹ اور ۲۱ سیکنڈ تھا۔ عورتوں کی میراتھان دوڑ کی ابتدا ۲۳ ویں اولمپک گیمس میں ہوئی۔ امریکی خاتون کھلاڑی نے یہ دوڑ ۲ گھنٹے، ۲۴ منٹ اور ۵۲ سیکنڈ میں پوری کی! مغربی جرمنی کے کھلاڑی نے ہائی جمپ کا ریکارڈ توڑ دیا۔ لانگ جمپ میں امریکہ بازی لے گیا۔ پول والٹ میں فرانس اوّل آیا۔ ہندوستان کی پی۔ ٹی اوشا نے عورتوں کی ۴۰۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ میں کانسہ کا تمغہ حاصل کیا!

۲۳ ویں اولمپک گیمس کی اختتامی تقریب ۱۲ اگست ۱۹۸۴ء کو لاس اینجلز کے اسٹیڈیم میں منعقد ہوئی، جس میں یونان اور امریکہ کے علاوہ جنوبی کوریا کا قومی جھنڈا بھی بلند کیا گیا۔ اختتامی تقریب میں جنوبی کوریا کا قومی جھنڈا بلند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ۱۹۸۸ء میں، ۲۴ ویں اولمپک گیمس اس ملک کے صدر مقام سیول میں ہوں گے۔

اولمپک گیمس کی ہماری یہ کہانی ادھوری رہ جائے گی اگر ہم اُن ہندوستانی کھلاڑیوں کی کوشش کا یہاں ذکر نہ کریں جنھوں نے اولمپک کے نعرہ "تیز رفتار، بلند ہمّت اور قوی" پر عمل کرتے ہوئے اولمپک کھیلوں میں بھرپور حصّہ لیا۔

ہاکی تو ہندوستان کا قومی کھیل ہے ــــ ۱۹۲۸ء کے پہلے ایمسٹرڈم

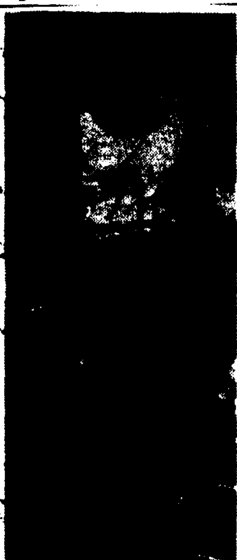
اولمپک گیمس میں دھیان چند، ایرک پلینگر، روپ سنگھ اور سید محمد جعفر جیسے مشہور کھلاڑیوں نے اپنے وطن کا نام روشن کیا۔ ہندوستان ہاکی کے مقابلوں میں ۱۹۵۶ تک مسلسل چھ مرتبہ سونے کا تمغہ حاصل کرتا رہا! اس نے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۸۰ء تک تیرہ اولمپک گیمس میں آٹھ فائنل میچ جیتے۔



ہندوستانی کھلاڑی نمبر 304 سری رام سنگھ

اولمپک گیمس میں، اتھلیٹکس کے میدان میں بھی ہندوستانیوں نے اپنے جوہر دکھائے ہیں ------ ۱۹۰۰ء کے پیرس اولمپک کھیلوں میں کلکتہ کا نارمن پرچارڈ ۱۰۰ میٹر کی دوڑ اور ۲۰۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ میں دوسرے نمبر پر آیا تھا۔ یہ پہلا

ہندوستانی تھا جس نے اولمپک گیمس میں چاندی کا تمغہ حاصل کیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں لندن اولمپک کھیلوں میں ہنری ریبلو، ٹرپل جمپ میں فائنل تک پہنچ گیا تھا۔ ۱۹۶۰ء میں روم اولمپک گیمس میں ملکھا سنگھ ۴۰۰ میٹر کی دوڑ میں چوتھے نمبر پر تھا۔ ۱۹۶۴ء میں ٹوکیو اولمپک کھیلوں میں گُربچن سنگھ رندھاوا کا ۱۱۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ میں پانچواں نمبر تھا۔ ۱۹۷۶ء میں، مانٹریال اولمپک گیمس میں سری رام سنگھ ۸۰۰ میٹر کی دوڑ میں ساتواں نمبر پر آیا تھا۔ سری رام سنگھ کی تربیت مشہور کوچ محمد الیاس بابر (حیدرآباد دکن) نے کی تھی، جو خود بھی ہرڈلس دوڑ کے قومی چمپئن رہ چکے ہیں۔ ۱۹۸۴ء میں، لاس اینجلز اولمپک کھیلوں میں عورتوں کی ۴۰۰ میٹر ہرڈلس دوڑ میں پی۔ٹی اوشا چوتھے نمبر پر تھی۔ کیرالا کی ۲۲ سالہ پی۔ ٹی اوشا پہلی ہندوستانی خاتون کھلاڑی ہے جو اولمپک گیمس کے فائنل تک پہنچی اور وہ پہلی ہندوستانی لڑکی ہے جس نے اس دوڑ میں کانسہ کا تمغہ حاصل کیا!


پی۔ٹی اوشا

جب اولمپک گیمس میں ہندوستانی کھلاڑیوں کے ان کارناموں پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان کا مستقبل بے شک بہت شاندار ہوگا۔

فٹ بال

آج، فٹ بال دنیا کا مقبول ترین کھیل ہے۔ سارے براعظموں کے ستر سے بھی زیادہ ملکوں میں کھیلا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے رکن ملکوں سے بھی زیادہ یعنی ۱۴۱ ممالک اس کی عالمی فیڈریشن کے رکن ہیں اور عالمی سطح پر اس کھیل کے تماشائیوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہے۔ فٹ بال کے کھیل کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ اور جنوبی امریکہ کے ملکوں میں فٹ بال کے مقابلے میں ہار جانا قوم کی توہین سمجھا جاتا ہے۔

فٹ بال کی تاریخ چار ہزار سال پرانی ہے ــــــ یہ روم کے علاوہ مصر اور بابل میں بھی کھیلا جاتا تھا۔ سلطنت روم کے زوال کے ساتھ فٹ بال بھی غائب ہو گیا۔ بعد میں رومی اپنے ساتھ اسے انگلستان لے گئے تھے۔ لیکن سچ پوچھیے تو فٹ بال کا اصلی گھر روم ہے۔

فٹ بال سے ملتا جلتا کھیل تیسری اور چوتھی صدی میں چین میں بھی کھیلا

جاتا تھا اور پھر ۱۵۳۰ء میں فٹ بال جیسا کھیل اٹلی کے شہر فلورنس میں بھی کھیلا جاتا تھا اور پھر اس وقت ہر ٹیم میں ۲۷ کھلاڑی ہوتے تھے!

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ فٹ بال دراصل نفرت کی پیداوار ہے اور پہلا فٹ بال دشمن کے دھڑ سے الگ کیا ہوا سر تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کھیل کی ابتدا ایک انگریز نوجوان نے کی تھی ـــــ ہوا یوں کہ اس انگریز نوجوان نے ڈنمارک کو ٹوٹ لگئے حملہ آوروں کے خلاف اپنی نفرت اور غصہ کو اس طرح ظاہر کیا تھا کہ اس نے ڈنمارک کے ایک سپاہی کی کھوپڑی کو لات ماری تھی۔ بعد میں یہی چمڑا چڑھے اور ہوا بھرے گیند کو ٹھوکریں مارنے کا کھیل فٹ بال میں تبدیل ہو گیا۔

ابتدا میں فٹ بال کا نام کچھ اور تھا اور کھیل کا میدان بھی ایسا نہ ہوتا تھا ـــــ کوئی گول تھا، نہ کوئی گول کیپر، پورا گاؤں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کھیل کا میدان ہوتا تھا۔ میدان کے بیچ گیند کو اچھال دیا جاتا۔ بس پھر ایک دھکا پیل شروع ہو جاتی؛ جس کے نتیجہ میں دکانوں اور مکانوں کے شیشے ٹوٹتے تھے اور آئے دن ہر قسم کے جھگڑے ہوتے تھے۔ اس زمانے میں، کھیل کے دوران ہڈی ٹوٹنا، سر پھٹول، کپڑوں کا پھٹ جانا، ہیٹ کا کھو جانا وغیرہ جیسی باتیں فٹ بال کے کھیل میں معمولی سمجھی جاتی تھیں۔ جب ہی تو اس وقت ایک فرانسیسی نے انگریزوں کو فٹ بال کھیلتے دیکھ کر کہا تھا کہ حیرت کی بات ہے، انگریز اسے کھیل کہتے ہیں! اگر یہ کھیل ہے تو پھر جھگڑا کسے کہتے ہیں؟

فٹ بال نے زندگی میں بڑی اُونچ نیچ دیکھی ہے۔ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ میں حکومت کی جانب سے اس کھیل پر پابندیاں لگائی گئی تھیں۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب سپاہیوں کے ہتھیار توپ اور بندوق نہیں بلکہ تیر اور کمان ہوا کرتے تھے۔ اس وقت پابندی لگانے والے بادشاہوں کا یہ خیال تھا کہ فٹ بال کی وجہ سے سپاہی تیر چلانے کی مشق پر کم دھیان دینے لگے ہیں اور یہ کہ اس طرح سپاہی ناکارہ ہو جائیں گے۔

اپریل ۱۳۱۴ء میں انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ دوم نے فٹ بال کے کھیل پر پابندی لگادی اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے قید کی سزا مقرر کی گئی۔ چالیس سال بعد شاہ رچرڈ دوم نے بھی اس کھیل کو ممنوع قرار دیا۔ ہنری چہارم، ہنری ہفتم اور ملکۂ ایلزبتھ اول کے دور میں بھی اس کو جرم قرار دیا گیا۔ اس روک تھام کے باوجود فٹ بال کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا۔

برسوں پہلے فٹ بال کا کوئی میدان نہیں ہوتا تھا۔ لوگ اسے گلیوں اور بازاروں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ ۱۶۰۲ء کی بات ہے ـــــ اس وقت دو گول کا درمیانی فاصلہ تین یا چار میل ہوتا تھا۔ اور کھیلنے والوں کی تعداد آج کل کی طرح گیارہ نہ ہوتی تھی بلکہ کچھ طے نہ ہوتی تھی۔ جتنے بھی آدمی جمع ہو جاتے بس ان کو کھیل میں شریک کر لیا جاتا۔ ایک بات اور ـــــ اس زمانہ میں بڑا ہنگامہ، بڑا غل غپاڑہ ہوا کرتا تھا کھلاڑی اپنی من مانی کرتے تھے

کیوں کہ ان دنوں کھیل کی نگرانی کرنے والا کوئی ریفری نہیں ہوتا تھا۔ آگے چل کر ۱۸۰۷ء میں انگلستان میں کھلاڑیوں کی تعداد گیارہ مقرر کی گئی اور کھیل کے کچھ قاعدے قانون بنائے گئے۔ اس لحاظ سے فٹ بال کا ٹھیک سے گھر تو انگلستان ہے۔

وقت گزرتا گیا۔ پھر فٹ بال کے دن پھرے۔ اس کی مقبولیت اور بڑھی اور اس کے ساتھ ساتھ فٹ بال کو پسند کرنے اور کھیلنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام کھیلوں کی طرح فُٹ بال میں بھی تبدیلیاں آئیں۔ کھیل کے قاعدے بدلے، طریقے بدلے۔ ایک لمبے عرصہ تک رواج کچھ ایسا رہا — ایک ٹیم میں ایک گول کیپر ہوا کرتا تھا جو گیند کو گول میں جانے سے روکتا تھا۔ ایک فل بیک ہوتا تھا جو مخالف ٹیم کے کھلاڑیوں کو اور گیند کو اپنے گول کی طرف جانے نہیں دیتا تھا۔ ایک ہاف بیاک ہوتا تھا جو فل بیاک اور دوسرے کھلاڑیوں کو گیند مخالف ٹیم کے گول تک پہنچانے میں مدد دیتا تھا۔ باقی آٹھ کھلاڑی سارے میدان میں گیند کے پیچھے بھاگے د... ے پھرتے تھے۔ ان کی مثال شکاری کتّوں جیسی تھی۔ جدھر گیند گیا اُدھر ... کے سارے لپکے۔ کھیل کا موجودہ طریقہ ۱۸۸۳ء میں کیمبرج (انگلستان) میں ایک کانفرنس کے بعد اپنایا گیا۔ اب دو کے بجائے تین ہاف بیاک اور چھ کے بجائے پانچ فارورڈ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ اور

اب کھیل کا یہی طریقہ ساری دنیا میں رائج ہے۔

پرانے زمانے میں فٹ بال کے میدان کے دو سرے اکثر دو گاؤں مان لیے جاتے تھے۔ لیکن آگے چل کر اس کا میدان طے کر لیا گیا۔ آج کل فٹ بال کے میدان کی لمبائی ۱۱۵ گز اور چوڑائی ۷۵ گز ہوتی ہے۔ گول کے دو کھمبوں کا درمیانی فاصلہ ۸ گز (۲۴ فٹ) ہوتا ہے اور گول کی اونچائی ۸ فٹ ہوتی ہے۔ اب فٹ بال بس ۲۷، ۲۸ انچ گول ہوتا ہے اور اس کا وزن ۱۴ سے ۱۶ اونس کے بیچ ہوتا ہے۔ آج کل کھیل ۹۰ منٹ کا اور دو برابر وقفوں میں بٹا ہوتا ہے — درمیان میں دس منٹ کا وقفہ ہوتا ہے جو "ہاف ٹائم" کہلاتا ہے۔ یہ وقفہ کھلاڑیوں کے سستانے اور تازہ دم ہونے کے لیے ہوتا ہے۔ "ہاف ٹائم" کے بعد ٹیمیں گول بدل کر ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں اور پھر کھیل شروع ہو جاتا ہے۔

آج کل کھلاڑیوں کو گیند کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وہ گیند کو سر سے پیر سے اور جسم کے کسی بھی حصے سے کھیل، اچھال اور آگے پھینک سکتے ہیں۔ صرف گول کیپر گیند کو ہاتھ سے روک، اُچھال اور کھیل سکتا ہے۔

وقت کے ساتھ فٹ بال کی صورت شکل، وضع قطع میں بھی تبدیلی آئی۔ اب اس کی رنگت بھی پہلے جیسی نہیں رہی۔ کبھی وہ بھورے رنگ کا ہوا کرتا تھا۔ اب وہ سفید پوش ہو گیا ہے! پہلے لوگ فٹ بال صرف

دن میں کھیلتے تھے، اب رات میں بھی کھیلنے لگے ہیں۔ ایسے میں اس کا لباس بہت خوب صورت دکھائی دیتا ہے۔ بالکل سفید، اس پر جگہ جگہ کالے نشان ہوتے ہیں تاکہ اس کو نظر نہ لگے! اس لباس کی وجہ سے کھلاڑی مصنوعی روشنی میں اسے اچھی طرح دیکھ پاتے ہیں اور خوب کھیل پاتے ہیں۔

فٹ بال ۱۹۰۰ء میں پیرس میں کھیلے جانے والے اولمپک گیمس میں ایک نمائشی کھیل تھا۔

۱۹۰۴ء کے سینٹ لوئی (امریکہ) اولمپک کھیلوں میں صرف پانچ ٹیمیں شریک ہوئی تھیں، لیکن فٹ بال کے اچھے دن دُور نہ تھے۔ آخر کار اولمپک گیمس میں اسے بھی ایک باقاعدہ مقام حاصل ہو گیا۔ یہ بات ۱۹۰۸ء کی ہے۔ اس برس یہ کھیل لندن میں ہوئے تھے۔ جس میں ڈنمارک کی ٹیم نے فرانس کی ٹیم کو ایک گول کے مقابلہ میں ۱۷ گول سے ہرایا تھا۔ اس نے سب سے زیادہ گول بنانے کا ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا جس کو ابھی تک کوئی ملک نہ توڑ سکا۔ لیکن فائنل میچ میں انگلستان نے ڈنمارک کو ہرا دیا۔

۱۹۱۲ء کے اولمپک گیمس میں بھی انگلستان نے ڈنمارک کو ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا اور ہالینڈ تیسرے نمبر پر رہا۔ ۱۹۲۰ء میں بلجیم بازی لے گیا۔ ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۸ء میں یوراگوے فٹ بال کا فائنل جیت گیا ۱۹۳۲ء میں فٹ بال کے مقابلے نہیں ہوئے ۱۹۳۶ء میں اٹلی، ۱۹۴۸ء میں سویڈن،

۱۹۵۲ء میں ہنگری اور ۱۹۵۶ء میں روس نے سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ۱۹۶۰ء میں یوگوسلادیہ اوّل رہا۔ ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۸ء کے اولمپک گیمس میں کامیابی کا سہرا ہنگری کے سر رہا۔



پولینڈ بمقابلہ ہنگری میونخ 1972

۱۹۷۲ء میں پولینڈ اول، ہنگری دوم اور مشرقی جرمنی اور روس سوم رہے۔ البتہ ۱۹۷۶ء میں مشرقی جرمنی نے پولینڈ کو ایک کے مقابلے میں تین گول سے ہرا دیا۔ روس پھر تیسرے نمبر پر ہی رہا۔ ۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک گیمس میں چیکوسلواکیہ چمپئن شپ جیت گیا۔ ۱۹۸۴ء کے فٹ بال کے فائنل میں فرانس نے برازیل کو صفر کے مقابلے میں دو گول سے ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اٹلی کو شکست دینے پر یوگوسلادیہ کو کانسہ کا تمغہ ملا۔

دنیا کا سب سے پہلا طویل فٹ بال میچ ۲-۳ر اگست ۱۹۶۲ء میں برازیل میں رات ½۹ بجے سے صبح ایک بجے تک یعنی مسلسل ½۳ گھنٹے کھیلا گیا تھا! اس کے بعد ۲۱-۲۲ جون ۱۹۷۳ء کو زاید کھلاڑیوں کے بغیر گیارہ کھلاڑیوں کی دو ٹیموں نے مسلسل ۲۸ گھنٹوں تک کھیل کر ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔

ہاکی

ہاکی، فٹ بال اور کرکٹ کی طرح کھلی ہوا میں کھیلا جانے والا کھیل ہے۔ اس کی ابتدا چار ہزار سال پہلے ہوئی تھی اور یہ آج دنیا کے ستر سے زاید ملکوں میں کھیلا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہاکی پہلے قدیم اولمپک گیمس (۷۷۶ ق-م) سے ایک ہزار سال قبل ایران میں کھیلا جاتا تھا۔ اور پھر اس بات کا بھی پتہ چلا ہے کہ قدیم یونانی بھی ہاکی سے ملتا جلتا ایک کھیل کھیلتے تھے۔ آثار قدیمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں دریائے نیل کی وادی میں اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ہاکی کا قدیم مسکن پانچ سو سال ق-م کا ایران ہے۔ پھر ایران سے یہ کھیل یونان پہنچا اور بعد میں رومیوں نے اس کھیل کو اپنایا۔ میکسیکو میں بھی لکڑی سے کھیلے جانے والے اسی قسم کے کھیل کا سراغ ملا ہے ـــــ دو پڑوسی قبیلے دوستی کے ماحول میں ایک دوسرے کو اس کھیل کی دعوت دیتے تھے جس کا آغاز طلوعِ آفتاب سے ہوتا تھا اور انجام غروب

آفتاب پر! کئی کئی میل کے فاصلے پر گول ہوتے تھے اور ہر ٹیم میں تقریباً ایک ہزار کھلاڑی ہوتے تھے! کھیل اتنے جنگلی طریقے سے ہوتا تھا کہ کھلاڑیوں کے سر پھٹ جایا کرتے تھے، ٹانگیں ٹوٹ جایا کرتی تھیں۔ اور اکثر کھلاڑی زندگی بھر کے لیے معزور ہو جایا کرتے تھے۔

صدیوں بعد ہاکی کا کھیل اچانک فرانس میں نمودار ہوا۔ اس وقت اس کھیل کا نام HOQU 3T تھا۔ فرانسیسی زبان میں اس لفظ کے معنی چرواہے کی لاٹھی کے ہوتے ہیں جس کا ایک سرا مڑا ہوا یعنی خم دار ہوتا ہے۔ از منۂ وسطیٰ میں ہاکی وقفے وقفے سے کھیلا جاتا رہا۔ ۱۵ ویں صدی عیسوی میں فرانس میں یہ کھیل بہت پسند کیا گیا۔ آخر کار یہ رودبارِ انگلستان پار کر کے انگلستان پہنچ گیا اور وہاں بدل کر اس کا نام ہاکی رکھا گیا۔

ایک دوسرا ملک جہاں ہاکی نے ابتدا ہی میں قدم جمائے تھے ہالینڈ تھا۔ اس ملک نے ہاکی میں اپنا الگ انداز اپنایا۔ لیکن موجودہ دور کی ہاکی کو سب سے پہلے کھیلنے کا فخر صرف انگلستان کو حاصل ہوا۔ جہاں ۱۴ ویں صدی عیسوی کے وسط تک یہ عوام کا پسندیدہ کھیل رہا۔ پھر انگلستان میں اس پر پابندی لگائی گئی۔ اس زمانے میں تیر اندازی کے سوا عملی طور پر سارے کھیل ممنوع قرار دیے گئے تھے۔

۱۸۰۰ء کے آغاز میں یہ کھیل انگلستان میں دوبارہ رائج ہوا اور ۱۸۵۰ء

کے لگ بھگ ہاکی نے انگلستان میں موجودہ شکل اختیار کر لی۔ صحیح معنوں میں انگلستان کے اسکولوں میں اس کھیل نے حقیقی ترقی کی۔ اسکول کے لڑکوں نے اپنے کھیلنے کے لیے قریب کے جنگلوں سے چھڑیاں کاٹیں، پھر ان کو اُبال کر ضرورت کے مطابق موڑا گیا، پھر ایک بھٹی میں ان کو خشک کیا گیا۔ اس زمانے میں نہ تو کھلاڑیوں کی کوئی حد مقرر تھی اور نہ ہی کھیل کے ضابطے مقرر تھے۔

ہاکی کو اپنے بے ڈھنگے آغاز سے لے کر ایک منظم کھیل کی شکل تک پہنچنے کے لیے کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑے۔ پہلے تو شرط یہ تھی کہ ہاکی اسٹک چھ انچ کے قطر میں سے گزر جائے اور گیند کو دائیں جانب سے بائیں جانب کھیلا جائے۔ کچھ عرصہ بعد ہاکی کی اسٹک کا قطر چھوٹا کر کے دو انچ کر دیا گیا پھر ایک نیا قاعدہ یہ بنایا گیا کہ ہاکی کو پشت کی جانب سے یعنی بائیں جانب سے دائیں جانب بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ ابتداء میں دو طرف دھار والی چھڑی استعمال کی گئی لیکن بعد میں بلوط کی لکڑی استعمال کی جانے لگی۔ جسے ابال کر ایک رُخ سے موڑ دیا جاتا تھا اور دوسری طرف سے اس کی سطح کو ہموار رکھا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ سخت ربڑ کی چھ کونوں والی ایک گول گیند بنائی گئی۔ کھیل کا میدان کم از کم ۲۰۰ گز لمبا اور ۸۰ گز چوڑا بنایا گیا۔ اور میدان کے دو سِروں پر دس دس گز چوڑے دو گول بنائے گئے۔ اس زمانے میں ٹیم کی فارورڈ لائن میں آٹھ کھلاڑی ہوتے تھے جن میں چار فارورڈ

لائن کے اندر اور دو دو کھلاڑی ہر ایک جانب ہوتے تھے۔ دو ہاف بیاک اور گول کیپر، گول کی حفاظت کرتے تھے۔

ہاکی کے کھیل میں رفتہ رفتہ تبدیلیاں ہوتی رہیں ___ اور ۱۸۸۹ء سے ایک ٹیم میں پانچ فارورڈ تین ہاف بیاک، دو فل بیاک اور ایک گول کیپر ہوتا ہے۔ یہ تجربہ اتنا کامیاب ثابت ہوا کہ آج بھی ٹیم کی وہی شکل ہے۔ آج کل ہاکی کا میدان سو گز لمبا اور ۵۵ تا ۶۰ گز چوڑا ہوتا ہے۔ اس کا گول ۱۲ فٹ چوڑا اور ۷ فٹ اونچا ہوتا ہے۔ اس کی گیند کا سائز ۹½ انچ ہوتا ہے اور وزن ۵½ اونس یعنی وزن اور سائز میں تقریباً کرکٹ کی گیند کے برابر۔ ہاکی کی اسٹک ۳۶ تا ۳۸ انچ لمبی ہوتی ہے۔ اس کا خمیدہ یعنی مڑا ہوا حصہ ۴ انچ لمبا ہوتا ہے۔ اور پوری اسٹک کا وزن ۱۲ اور ۲۰ اونس کے درمیان ہوتا ہے۔ ہر ٹیم میں ۵ فارورڈ، ۳ ہاف بیاک، ۲ فل بیاک اور ایک گول کیپر۔ اس طرح جملہ ۱۱ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ۷۰ منٹ کا کھیل ہوتا ہے جو دو برابر وقفوں میں بٹا ہوتا ہے اور کھیل کے درمیان ۵ منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے۔

ہاکی کا کھیل عورتوں میں بھی کافی پسند کیا گیا اور ۱۸۷۰ء میں عورتوں نے ہاکی کھیلنا شروع کیا اور جن عورتوں نے اس کھیل میں دلچسپی لی ان کا پہلا میچ ۱۸۸۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں ہوا۔ عورتوں کی دلچسپی کی وجہ سے اس کھیل کو امریکہ میں بھی فروغ ملا اور آخر ہاکی نے اولمپک گیمس میں بھی اپنی

جگہ بنالی۔ انگریزوں کے شوق نے ہاکی کو ۱۹۰۰ء کے پیرس اولمپک گیمس میں شریک کروایا۔ لیکن اس مرتبہ یہ میچ صرف نمائشی طور پر کھیلا گیا۔

۱۹ ویں صدی کے آخر اور ۲۰ ویں صدی کے شروع میں انگریزوں نے ہندوستان کو ہاکی سے روشناس کرایا۔ ابتدائی برسوں میں یہ کھیل صرف انگریزوں اور ہندوستانی سپاہیوں کے درمیان رائج تھا۔ اور خاص طور پر یہ انگریزی فوج میں ملازم ہندوستانی سپاہیوں کا دل پسند کھیل تھا۔ دراصل ہندوستان میں ہاکی کا جنم ۱۸۸۵ء میں ہوا۔ اس سال کلکتہ میں پہلی مرتبہ ہاکی کے کلب قائم کیے گئے سچ پوچھئے تو ہندوستان میں ہاکی کی ترقی اور ہر دل عزیزی کا راز ۱۹۲۸ء میں ایمسٹرڈم (ہالینڈ) میں ہونے والے اولمپک گیمس کی جیت میں پوشیدہ ہے۔

۱۹۰۸ء میں لندن میں ہونے والے چوتھے اولمپک گیمس میں ہاکی کو پہلی بار باقاعدہ مقابلہ کے طور پر شامل کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد ہونے والے اولمپک کھیلوں سے اس کو خارج کر دیا گیا۔ اولمپک گیمس کا سب سے پہلا میچ ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو اسکاٹ لینڈ اور جرمنی کے درمیان کھیلا گیا تھا۔ فائنل میچ میں انگلستان نے آئرلینڈ کے ایک گول کے مقابلہ میں ۸ گول بناکر پہلا اولمپک ہاکی چمپین شپ جیتا تھا۔ اس کے ۴ سال بعد پیرس میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں اس کھیل کو شریک نہیں کیا گیا۔

۱۹۰۸ء اور ۱۹۲۰ء کے اولمپک گیمس میں ہاکی میں انگلستان کی جیت ہوئی۔

ہندوستان نے پہلا اولمپک میچ ۱۷ رمئی ۱۹۲۸ء کو کھیلا۔ آفتاب پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ آسمان پر دُور دُور تک کہیں بادل کا پتہ نہ تھا۔ ہندوستانی ٹیم نے ذرا سی کوشش کے بعد آسٹریلیا کو صفر کے مقابلہ میں ۶ گول سے شکست دی۔ دوسرا میچ ۱۹ رمئی کو بلجیم سے ہوا۔ اس میں ہندوستان کو صفر کے مقابلہ میں ۹ گول سے فتح حاصل ہوئی۔ ایک دن کے آرام کے بعد ۲۱ رمئی کو ہندوستان کو ڈنمارک سے مقابلہ کرنا پڑا اور اس میچ میں اسے صفر کے مقابلہ میں ۵ گول سے کامیابی حاصل ہوئی۔ ۲۴ رمئی کو ہندوستان کا سوئٹزرلینڈ سے سمی فائنل میں مقابلہ ہوا، صفر کے مقابلہ میں ۶ گول سے جیت ہوئی۔ ۲۶ مئی کو ہالینڈ سے فائنل میچ ہوا۔ فیصلہ کن لمحہ آن پہنچا تھا۔ آخر ہندوستان نے صفر کے مقابلہ میں ۳ گول سے ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کر لیا۔ ہندوستانی ٹیم کے اس بے مثال کھیل نے ہاکی کو دوبارہ زندگی دی اور رات بھر میں یہ دنیا کا ایک عظیم الشان کھیل بن گیا۔

۱۹۳۲ء میں لاس اینجلز (امریکہ) میں ہونے والے اولمپک گیمس کے ہاکی ٹورنمنٹ میں صرف ۳ ملکوں نے شرکت کی تھی۔ ہندوستان، جاپان اور امریکہ ہندوستان نے امریکہ کو ایک کے مقابلہ میں ۲۴ گول سے شکست دی۔ یہ کسی بھی عالمی ہاکی میچ کا سب میں بڑا اسکور تھا۔ آج بھی یہ کھیلوں کی دنیا میں

ایک عظیم کارنامہ ہے۔

۱۹۳۶ء میں برلن (جرمنی) کے اولمپک گیمس میں ۱۵ اگست کو ہندوستان اور جرمنی کا فائنل میچ ہوا۔ اس کھیل میں ایک کے مقابلہ میں ۸ گول بناکر ہندوستان نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ وہ دنیا میں سب سے اچھا ہاکی کھیلنے والا ملک ہے۔



1948، لندن اولمپک گیمس میں ہندوستان کے بل بیر سنگھ انگلستان کے خلاف گول کرتے ہوئے

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں اولمپک گیمس لندن میں ہوئے۔ ہندوستان نے فائنل میچ میں انگلستان کو ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اولمپک کھیلوں میں، کسی کھیل میں کسی ملک کا یہ پہلا ریکارڈ تھا۔

۱۹۵۲ء میں فن لینڈ کے صدر مقام ہلسنکی میں ۱۵ ویں اولمپک گیمس میں،

خوش قسمتی سے پھر ہندوستان کی جیت ہوئی۔ ہالینڈ نے اولمپک چمپین ہندوستان کو فائنل میں مقابلہ کے لیے للکارا تھا لیکن اس نے ایک گول کے مقابلہ میں ۴ گول سے شکست کھائی۔

۱۹۵۶ء میں ملبورن (آسٹریلیا) کے اولمپک کھیلوں کے سمی فائنل میں ہندوستان کا جرمنی سے بڑا سخت مقابلہ ہوا اور ہندوستان صرف ایک گول سے فتح یاب ہو سکا۔ فائنل میچ میں ہندوستان کی پاکستان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس میچ میں ہندوستان صفر کے مقابلہ میں ایک گول سے بازی لے گیا۔

۱۹۶۰ء میں ۱۷ ویں اولمپک گیمس روم میں ہوئے۔ ہندوستان نے پھر ایک بار انگلستان کے غرور کو پارہ پارہ کر دیا۔ البتہ فائنل میچ میں ہندوستان کا پاکستان کے ساتھ مقابلہ ہوا جس میں پاکستان کی جیت ہوئی۔ اس طرح ہندوستان سے اولمپک اعزاز چھین لیا گیا۔ ہندوستان کی مسلسل ۳۲ سالہ غلبہ کے بعد دنیا میں ایک نیا چمپین پیدا ہو چکا تھا۔

۱۹۶۴ء میں پہلی مرتبہ ایشیا کی سرزمین پر ہونے والے ٹوکیو (جاپان) اولمپک گیمس میں ہندوستان نے پھر ایک بار اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لیے جان کی بازی لگا دی اور اس نے اولمپک کھیلوں میں تیسری بار پاکستان کے ساتھ قسمت آزمائی کی۔ ہندوستان ایک گول سے جیت گیا۔ اس

طرح ہندوستان نے ۸ اولمپک کھیلوں میں سات سونے کے تمغے حاصل کیے۔

۱۹۶۸ء میں ہندوستان نے میکسیکو شہر میں ہونے والے اولمپک گیمس میں ۹ ویں بار حصّہ لیا۔ سمی فائنل میں آسٹریلیا نے ہندوستان کو ایک کے مقابلہ میں دو گول سے زبردست شکست دی۔ ۴۰ سال کے ایک لمبے عرصہ میں ہندوستان پہلی مرتبہ فائنل میں داخل نہ ہو سکا۔ سمی فائنل میں کانسے کے تمغے کے لیے ہندوستان کا مقابلہ جرمنی سے ہوا جس میں ہندوستان نے اسے ایک گول کے مقابلہ میں ۲ گول سے ہرا کر تیسرا مقام حاصل کیا۔ تاہم پاکستان نے فائنل میں آسٹریلیا کو شکست دی اور سونے کا تمغہ ایشیا میں ہی رکھا۔

۱۹۷۲ء میں میونخ (مغربی جرمنی) میں ہونے والے اولمپک گیمس میں ہندوستان سمی فائنل میں ہی پاکستان سے ہار گیا۔ لیکن ہالینڈ پر ایک گول کے مقابلہ میں ۲ گول سے فتح پا کر اس بار بھی کانسے کا تمغہ جیت سکا۔ فائنل میچ میں پاکستان مغربی جرمنی سے شکست کھا گیا۔ اور اس طرح ۱۹۲۸ء کے بعد پہلی بار کسی یورپی ملک کو عالمی ہاکی میں برتری حاصل ہوئی۔

۱۹۷۶ء کے مانٹریال اولمپک گیمس میں نیوزی لینڈ نے آسٹریلیا کو صفر کے مقابلے میں ایک گول سے ہرا کر فائنل جیت گیا۔ پاکستان نے نذرلینڈ کو دو کے مقابلے میں تین گول سے شکست دے کر کانسہ کا تمغہ حاصل کیا۔

۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک کھیلوں میں ہاکی کے مقابلوں میں ہندوستان اول، اسپین دوم اور روس سوم رہا۔ ۱۹۸۰ء میں پہلی مرتبہ اولمپک گیمس میں عورتوں کا ہاکی کا مقابلہ ہوا۔ افریقہ کا نوآزاد شدہ ملک زمبابوے (رہوڈیشیا) کی عورتوں کی ٹیم نے پہلا سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ آسٹریلیا کو چاندی کا اور روس کو کانسہ کا تمغہ ملا۔ ۱۹۸۴ء کے لاس اینجلز اولمپک گیمس میں ۱۶ سال بعد پاکستان نے فائنل میچ میں مغربی جرمنی کو ایک کے مقابلے میں دو گول سے ہرا دیا۔ عورتوں کے ہاکی کے مقابلوں میں ہالینڈ اوّل، مغربی جرمنی دوم اور امریکہ سوم رہا۔



ہندوستانی ہاکی ٹیم

اگرچہ ہاکی کو انگلستان نے ہندوستان میں روشناس کرایا تھا۔ لیکن جب ہندوستانیوں نے اس کھیل میں دلچسپی لی تو ہاکی کو ہنرمندی اور تیزرِوی کا کھیل بنا کر مسلسل کئی اولمپک گیمس میں برتری حاصل کی اور نام کمایا۔ انھوں نے اس فخر اور عزت کو اپنے تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ دنیا کے کھیل کے میدان میں ہندوستان کا سر بلند کیا۔

باسکٹ بال

باسکٹ بال کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔

امریکہ میں ۱۸۹۱ء کے موسم سرما میں کناڈا کے ایک تیس سالہ باشندے جیمس نائی اسمتھ نے جسمانی تربیت کے اسکول میں میوے کی ایک ایک ٹوکری جمنازیم کے دوسروں پر چھجے سے باندھ دی اور پھر اپنی کلاس کے ۱۸ لڑکوں کو دو ٹیموں میں بانٹ کر اور ان کے ہاتھ میں ایک فٹ بال تھما دیا! اس طرح سے باسکٹ بال کا کھیل شروع ہوا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ زمین سے دس فٹ کی بلندی پر گیند کو ٹوکری (باسکٹ) میں ڈالا جائے۔ دراصل نائی اسمتھ ایک ایسا کھیل ایجاد کرنا چاہتا تھا جو سردیوں میں چھت کے نیچے چار دیواری کے اندر کھیلا جا سکے۔

باسکٹ بال کی ابتدا کے بارے میں ایک انوکھی داستان مشہور ہے—— کہتے ہیں کہ باسکٹ بال بالکل مختلف شکل میں ۱۶ ویں صدی میں میکسیکو میں کھیلا

جاتا تھا۔ ٹھوس ربر کی ایک گیند، پتھر کے ایک حلقے سے گزاری جاتی تھی۔ جیتنے والے کھلاڑی کو انعام میں سارے تماشائیوں کے کپڑے دے دیئے جاتے تھے۔ اور ہارنے والی ٹیم کے کپتان کا سر قلم کر دیا جاتا تھا!!

باسکٹ بال کا پہلا باقاعدہ میچ ۱۱ر مارچ ۱۸۹۲ء کو کھیلا گیا اور آج یہ ساری دنیا میں کھیلا جاتا ہے۔ باسکٹ بال سارے کھیلوں میں ایک انوکھی ایجاد ہے۔ دوسری بڑی جنگ سے پہلے پچاس سال کے اندر اندر ساری دنیا میں باسکٹ بال کھیلنے والوں کی تعداد ۲ کروڑ تک پہنچ گئی تھی؛ اور آج اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے قاعدے قانون کا دنیا کی ۴۸ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

۸۵ سال پہلے ۱۸۹۱ء میں امریکہ کے شہر اسپرنگ فیلڈ میں باسکٹ بال کے پانچ بنیادی اصول بنائے گئے: یہ کھیل ایک گول گیند سے اور صرف ہاتھوں سے کھیلا جائے۔ اس کھیل میں گیند کو ہاتھ میں پکڑ کر دوڑا نہیں جا سکتا۔ ہر کھلاڑی کورٹ میں کسی جگہ بھی کھیل سکتا ہے۔ کشتی یا باکسنگ کی طرح کھلاڑیوں کے درمیان جسمانی ٹکراؤ نہیں ہوگا۔ گول افقی ہوگا اور کورٹ سے اُوپر ہوگا۔ ۱۸۹۱ء میں اس طرح کے کھیل کا تصوّر ہی بڑا چونکا دینے والا تھا!

گو امریکہ میں باسکٹ بال کی ابتدا ہوئی تھی لیکن اب یہ دنیا کے ۱۲۸ ملکوں کے کروڑوں باشندوں کا پسندیدہ کھیل بن گیا ہے۔

۱۹۳۰ء میں باسکٹ بال کی ایک عالمی فیڈریشن بنائی گئی اور کھیل کے ایسے اصول بنائے گئے جو سب کے لیے قابل قبول ہوں۔

۱۹۰۴ء، ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۸ء کے اولمپک گیمس میں باسکٹ بال کے نمائشی میچ کھیلے گئے تھے۔ لیکن ۱۹۳۶ء کے برلن (جرمنی) کے اولمپک گیمس میں وہ سرکاری طور پر شریک کیا گیا جس میں ۲۲ ملکوں نے شرکت کی تھی۔

۱۹۴۰ء تک باسکٹ بال دنیا کے ۷۵ ملکوں میں مقبول ہو چکا تھا۔

۱۹۳۶ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک ۷ اولمپک گیمس میں باسکٹ بال میں امریکہ کی جیت ہوتی رہی۔ ان سارے مقابلوں میں امریکہ نے ایک میچ بھی نہیں ہارا البتہ ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس میں امریکہ روس سے ہار گیا۔ کیوبا نے کانسہ کا تمغہ حاصل کیا۔

۱۹۷۶ء کے مانٹریال اولمپک گیمس میں امریکہ نے مردوں کے باسکٹ بال کے مقابلے میں پھر سے برتری حاصل کر لی۔ اس نے فائنل میچ میں یوگوسلاویہ کو ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا اور روس تیسرے نمبر پر رہا۔ ۱۹۷۶ء کے اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ عورتوں کے باسکٹ بال کے مقابلے ہوئے ــــــ روس اول، امریکہ دوم اور بلغاریہ سوم رہے۔ ان مقابلوں میں روسی ٹیم کی ایک ۷ فٹ ۲ انچ قد والی کھلاڑی نے اکیلے ہی ۳۲ پائنٹ بنائے تھے۔ ۱۹۷۶ء کی طرح ۱۹۸۰ء میں بھی روس کی عورتوں کی ٹیم باسکٹ بال کے مقابلے میں بازی لے

گئی۔ بلغاریہ اور یوگوسلاویہ دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہے۔ البتہ مردوں کے باسکٹ بال کے مقابلے میں یوگوسلاویہ اول رہا۔ ۱۹۸۴ء کے لاس اینجلز اولمپک گیمس میں مردوں کے باسکٹ بال کے مقابلے میں امریکہ اول اور اسپین دوم رہا اور عورتوں کے مقابلے میں بھی امریکہ کو سونے کا تمغہ ملا اور جنوبی کوریا نے چاندی کا تمغہ حاصل کیا۔



امریکہ اور یوگوسلاویہ

۱۹۵۶ء میں باسکٹ بال کا سب میں لمبا کھلاڑی (۷ فٹ ۳/۲ ۷ انچ) ایک روسی تھا۔ اور سب سے اونچی خاتون کھلاڑی کا قد ۶ فٹ ۵/۹ ۱۰ انچ تھا۔ اور اب دنیا کا سب سے بلند قامت (۷ فٹ ۲۵/۸ ۱ انچ)، باسکٹ بال کھلاڑی

امریکہ کا کریم عبدالجبار ہے۔

دنیا کا طویل ترین باسکٹ بال کا میچ کیلی فورنیا (امریکہ) میں پانچ کھلاڑیوں کی دو ٹیموں کے درمیان، آرام کے وقفہ کے بغیر لگاتار ۲۴ گھنٹے کھیلا گیا تھا جو ۱۸ اپریل ۷۴ء۱۹ کو ختم ہوا تھا۔ اور دوسرا مقابلہ آرام کے وقفہ کے ساتھ وکٹوریہ (آسٹریلیا) میں مسلسل ۲۴ گھنٹے ۲۸ منٹ تک جاری رہا!!

۱۹۳۹ء میں جب باسکٹ بال کے موجد نائی اسمتھ کا انتقال ہوا تو ۵۰ ملک عالمی فیڈریشن کے رکن بن چکے تھے۔ اور اس کا مستقبل کافی روشن تھا۔ لیکن نائی اسمتھ نے اس کھیل کی آئندہ ترقی کے بارے میں کبھی یہ نہ سوچا ہوگا۔ شاید وہ ہنس دیتا اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ اس کا ایجاد کردہ کھیل آج دنیا کے کسی نہ کسی حصہ میں دن اور رات کے ہر منٹ کھیلا جاتا ہے!

والی بال

باسکٹ بال کی طرح والی بال کا اصل وطن بھی امریکہ ہے۔

والی بال دراصل باسکٹ بال سے لیا گیا ہے۔ ۱۸۹۱ء میں ڈاکٹر جیمس نائی اسمتھ نے باسکٹ بال کا کھیل ایجاد کیا تھا۔ چار سال بعد ۱۸۹۵ء میں اس کے ٹریننگ اسکول کے ایک ساتھی ولیم مارگن نے ٹینس کا جال باندھ کر اور باسکٹ بال کے بلیڈر کو گیند بنا کر ایک نیا کھیل "والی بال" شروع کیا۔

والی بال سب سے آسان کھیل ہے —— یہ چار دیواری کے اندر اور باہر بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے صرف ایک جال اور ایک بال کی ضرورت ہوتی ہے۔ شاید اسی لیے یہ اتنی تیزی سے ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اور اب دنیا کے ۱۱۰ ملکوں میں لاکھوں شوقین رات دن کھیلتے ہیں.... گو والی بال امریکہ کی پیداوار ہے لیکن دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی اس کا معیار دن بدن بلند ہوتا گیا۔

والی بال کے کورٹ کی لمبائی ۶۰ فٹ (۱۸ میٹر) اور چوڑائی ۳۰ فٹ (۹ میٹر) ہوتی ہے۔ کورٹ کو ایک جال درمیان سے دو برابر حصّوں میں تقسیم کرتا ہے جس کی اونچائی تقریباً ۸ فٹ (۲،۴۳ میٹر) ہوتی ہے۔ گیند کا وزن ۱۰ اونس اور ہوا کا اندرونی دباؤ ۷ پونڈ ہوتا ہے۔ ہر ٹیم میں چھ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ۳ کھلاڑی جال کے قریب اور ۳ کھلاڑی کورٹ کے آخری حصّے کے پاس۔ ہر کھلاڑی باری باری سے اپنی جگہ بدلتا رہتا ہے۔ ہر ٹیم کے کھلاڑی گیند کو تین مرتبہ سے زیادہ نہیں چھو سکتے۔ ایک کھلاڑی مسلسل دو مرتبہ گیند کو نہیں چھو سکتا۔ جال کو چھونا، کھلاڑی کا مخالف کورٹ میں چلے جانا، یا درمیانی دو انچ چوڑی لکیر پر پیر رکھنا غلطی سمجھی جاتی ہے۔ کھیل کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح گیند کو مخالف کورٹ میں اس طرح پہنچایا جائے کہ مخالف کھلاڑی اس کو سہار نہ سکیں۔ تب کہیں جاکر ایک پائنٹ ملتا ہے۔ جو ٹیم پہلے ۱۵ پوائنٹ بناتی ہے اور مخالف ٹیم سے دو پوائنٹ آگے رہتی ہے وہ میچ جیت جاتی ہے۔ اولمپک گیمس میں کھیل کا فیصلہ پانچ میچ میں سے تین میچ جیتنے والے کے حق میں ہوتا ہے۔

والی بال کا پہلا امریکی قومی چمپین شپ ۱۹۲۲ء میں کھیلا گیا تھا۔ دوسری بڑی جنگ کے دوران امریکی فوجیوں نے اس کھیل کو ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ امریکی والی بال ایسوسی ایشن ۱۹۲۸ء میں بنائی گئی اور عالمی فیڈریشن

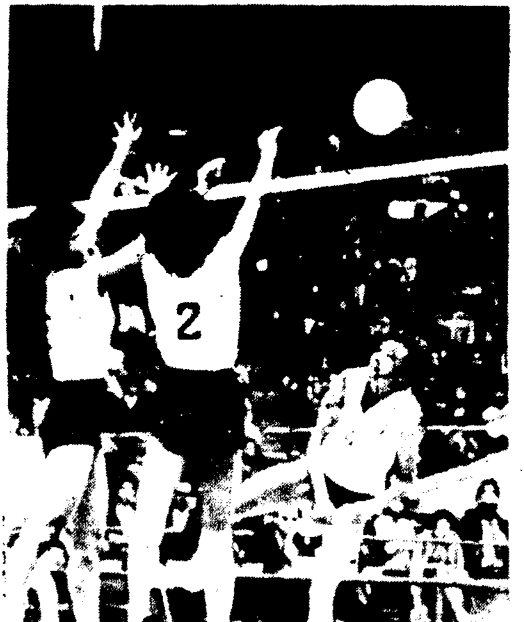
۱۹۴۷ء میں قائم کی گئی جس میں اب دنیا کے ۱۳۰ ملک شامل ہیں۔

والی بال کا پہلا عالمی ٹورنمنٹ ۱۹۴۹ء میں ہوا تھا جس میں روس کی جیت ہوئی تھی۔ تین سال بعد جب عورتوں کا عالمی ٹورنمنٹ ہوا تو کامیابی کا سہرا روسی عورتوں کے سر رہا۔ ویسے والی بال امریکہ کی ایجاد ہے لیکن اس نے جاپان میں دیوانگی کی حدوں کو چھو لیا ہے! اس لیے کوئی حیرت کی بات نہیں کہ یہ کھیل پہلی مرتبہ ۱۹۶۴ء کے ٹوکیو (جاپان) اولمپک گیمس میں شامل کیا گیا جس میں روس نے مردوں کے مقابلہ میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ چیکوسلواکیہ کو چاندی کا تمغہ اور جاپان کو کانسے کا تمغہ ملا۔ البتہ جاپانی عورتوں نے روسی عورتوں کو ہرا کر سونے کا تمغہ جیتا۔

چار سال بعد ۱۹۶۸ء میں میکسیکو شہر میں کھیلے گئے اولمپک گیمس میں روس نے مردوں اور عورتوں کے مقابلوں میں جاپان کو ہرا دیا۔ ۱۹۷۲ء میں میونخ کے اولمپک کھیلوں میں مردوں کے مقابلے میں جاپان نے مشرقی جرمنی کو ہرایا اور روس کی عورتوں کی ٹیم جاپانی عورتوں کی ٹیم کے مقابلے میں فائنل میچ جیت گئی۔

۱۹۷۶ء کے مانٹریال اولمپک گیمس میں مردوں کے والی بال فائنل میچ میں کامیابی کا سہرا پولینڈ کے سر رہا۔ روس اور کیوبا کو چاندی اور کانسہ کا تمغہ ملا۔ جاپان کی عورتوں کی ٹیم نے روسی ٹیم کو ہرا دیا۔

کوریا کی عورتوں کی ٹیم تیسرے نمبر پر رہی۔ ۱۹۸۰ء میں ماسکو اولمپک کھیلوں میں مردوں اور عورتوں کی والی بال میں روس بازی لے گیا۔ ۱۹۸۴ء میں لاس اینجلز اولمپک گیمس میں امریکہ نے مردوں کے والی بال فائنل میچ میں برازیل کو ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا اور عورتوں کے مقابلوں میں چین کی جیت ہوئی۔



1964 کے ٹوکیو (جاپان) اولمپک گیمس میں والی بال کے فائنل میچ میں جاپانی عورتوں نے روسی عورتوں کو ہرا کر سونے کا تمغہ جیتا۔

والی بال کا سب سے طویل کھیل ۲۲-۲۹/ اپریل ۱۹۷۳ء تک لیورپول (انگلستان) میں چھ کھلاڑیوں کی چار ٹیموں نے مل کر مسلسل ۱۶۸ گھنٹوں تک کھیلا! ۱۹۷۳ء میں نیوجرسی (نیویارک) کے ۴۵ سالہ امریکن شیفر نے اکیلے ہی چھ کھلاڑیوں کی ٹیم سے کھیلا تھا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ جیت ایک کھلاڑی کی ٹیم کی ہوئی!!

ویسے والی بال تو دیکھنے والوں کے لیے ایک دلچسپ تفریحی کھیل ہے۔ لیکن کھیلنے والوں کے لیے بہت مشکل کھیل ہے۔

تیراکی، غوطہ زنی اور واٹر پولو

پہلا پیراک، شاید وہ پہلا آدمی تھا جو پانی میں گرا لیکن ڈوبنے سے بچ گیا!
لوگ کہتے ہیں کہ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی طرح انسان تیرنا بھی خود بخود سیکھ جاتا ہے اگر ایسا ہوتا تو لوگ ڈوب کر نہیں مرتے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل انسان کو، جانوروں کو ڈوبنے سے بچنے کے لیے ہاتھ پاؤں چلاتے دیکھ کر، تیرنے کا خیال آیا ہوگا۔ تیراکی کی ابتدا خواہ کیسے ہی ہوئی ہو، بہر حال یہ ماننا پڑتا ہے کہ تیراکی بھی ایک فن ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جولیس سیزر ایک ماہر پیراک تھا۔ مغل سلطنت کے بانی بابر کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے دریائے کابل تیر کر پار کیا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ فرانس کا بادشاہ لوئی نہم اکثر دریائے سین میں تیرا کرتا تھا۔ شارلیمین بھی تیراکی میں مشاق تھا اور چین کے ماوزے تنگ نے اپنی ۷۰ ویں سالگرہ پر دریائے یانگسی میں چھ میل تیر کر دنیا کو حیرت زدہ کر دیا تھا!

قدیم زمانے میں یونانی اور رومی، ماہر پیراک اور غوطہ زن تھے اور تیراکی کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیوں کہ یہ زمانۂ جنگ میں بڑی کار آمد سمجھی جاتی تھی۔ افلاطون نے کہا تھا کہ جو شخص تیرنا اور غوطہ لگانا نہیں جانتا وہ اَن پڑھ ہے! یونانی اور رومی اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ صحت اور صفائی کے لیے تیراکی بہترین ورزش ہے۔ اس کے باوجود ان کو تیراکی کو مقابلے کے کھیلوں میں شامل کرنے کا خیال نہیں آیا۔ حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں نے تیراکی کو قدیم اولمپک گیمس میں شریک نہیں کیا حالانکہ وہ اس کی اہمیت اور افادیت کو اچھی طرح جانتے تھے۔

پرانے دستاویزات سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۶۰۳ء میں جاپان میں شاہی فرمان کی رو سے اسکولوں میں تیراکی کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ ازمنہ وسطیٰ میں دنیا کے مختلف حصّوں میں تیراکی تفریح کا ایک ذریعہ تھی۔ ۱۹ ویں صدی کے آخر میں انگلستان میں تیراکی کے مقابلے شروع ہوئے جب کہ چار دیواری کے اندر چھت والے سوئمنگ پول (تیراکی کے حوض) بننے لگے۔ کہتے ہیں کہ سب میں پہلا ایسا ایک سوئمنگ پول ۱۸۲۸ء میں لیور پول (انگلستان) میں بنایا گیا تھا۔ اور پھر دس سال کے عرصہ میں لندن میں تیراکی کے ایسے چھ حوض بنائے گئے۔ ۱۸۳۷ء میں لندن میں تیراکی کے نمائشی مقابلے شروع ہو چکے تھے اور اس کے تقریباً چالیس سال بعد ۱۸۶۹ء میں پہلی

مرتبہ سوئمنگ ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

تیراکی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ۲۴-۲۵ر اگست ۱۸۷۵ء کو انگلستان کے بحریہ کے کپتان میاٹ دیب نے ۲۱ گھنٹے ۴۵ منٹ میں ڈوور سے کیلے تک تیر کر رودبارِ انگلستان کو پار کیا اور پھر ۱۹۲۶ء میں پہلی خاتون پیراک گرٹیوڈ ایڈرلی نے رودبارِ انگلستان کو عبور کیا۔ ۲۱ میل کے رودبار کو پار کرنے کے لیے اسے ۳۸ میل تیرنا پڑا تھا۔



امریکی پیراک جانی دسیمولر جو آگے چل کر ہالی وڈ کی فلموں میں کئی سال تک ٹارزن کا رول کرتا رہا۔

۱۸۹۶ء میں ایتھنز (یونان) میں ہونے والے پہلے جدید اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ تیراکی کے مقابلے ہوئے تھے۔ جس میں ۱۰۰ میٹر، ۴۰۰ میٹر اور ۱۵۰۰ میٹر کی فری اسٹائل مقابلے رکھے گئے تھے اور ۱۰۰ میٹر کا ایک مقابلہ ملاحوں کے لیے بھی رکھا گیا تھا!

۱۹۱۲ء میں اسٹاکہوم (سویڈن) میں ہونے والے اولمپک گیمس میں تیراکی کو بہت اہمیت دی گئی جب کہ مردوں کے لیے تیراکی کے سات

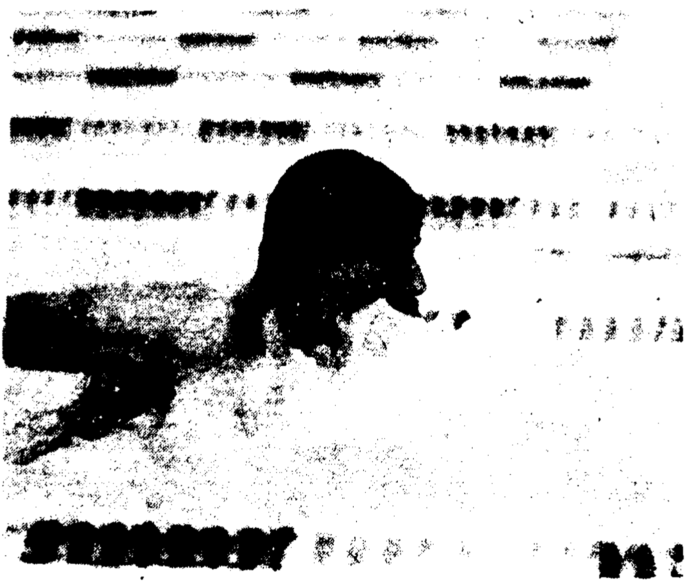
اور غوطہ زنی کے تین مقابلے اور عورتوں کے لیے تیراکی اور غوطہ زنی کے تین مقابلے رکھے گئے تھے۔ ان مقابلوں میں آسٹریلیا کی ایک پیراک خاتون نے ۱۰۰ میٹر اور ۴۰۰ میٹر فری اسٹائل میں عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔

۱۹۲۴ء میں پیرس کے اولمپک گیمس میں امریکی پیراک جانی ویسمولر نے سونے کے تمغے حاصل کیے اور پھر ۱۹۲۸ء کے ایمسٹرڈم اولمپک مقابلوں میں بھی اس نے اپنی مہارت کا سکّہ جمایا۔ یہ وہی جانی ویسمولر ہے۔ جو آگے چل کر ہالی وڈ کی انگریزی فلموں میں کئی سال تک ٹارزن کا رول کرتا رہا۔

۱۹۳۲ء کے لاس اینجلز (امریکہ) اولمپک کھیلوں میں کم عمر جاپانی تیراکوں نے تو دھوم مچادی ـــــ انھوں نے سونے کے ۴ تمغے جیتے۔ برلن کے اولمپک مقابلوں میں بھی جاپانیوں نے پھر اپنی برتری دکھائی۔ اس مرتبہ سونے کے ۳ تمغے ان کے ہاتھ لگے۔ ۱۹۵۶ء کے اولمپک مقابلوں میں صرف ۳۸ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ لیکن جیسے جیسے تماشائیوں کی دلچسپی بڑھتی گئی ویسے ویسے اولمپک گیمس میں تیراکی کے مقابلوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ ۱۹۶۴ء کے اولمپک کھیلوں میں مردوں کے لیے دس مقابلے رکھے گئے تھے۔

۱۹۷۲ء کے میونخ (مغربی جرمنی) اولمپک گیمس میں امریکہ کے مارک اسپٹز نے تو کمال کر دکھایا۔ اس نے اکیلے ہی ساری دنیا کی ٹیموں کے جملہ پیراکوں سے زیادہ تمغے حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ عالمی ریکارڈ بھی

قائم کیے۔ اسپٹز نے ۱۹۶۸ء میں دو سونے کے تمغے اور ۱۹۷۲ء میں سات سونے کے تمغے اس طرح جملہ ۹ سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ان کے علاوہ اس نے ۱۹۶۸ء میں ایک چاندی کا تمغہ اور ایک کانسے کا تمغہ بھی حاصل کیا۔ اس طرح جملہ گیارہ تمغے۔ اسپٹز نے ۱۰۰ میٹر فری اسٹائل ۵۱/۲ سیکنڈ میں، ۲۰۰ میٹر فری اسٹائل ۵۲/۸ : ۱ منٹ میں، ۱۰۰ میٹر بٹر فلائی ۵۴/۲ سیکنڈ میں، ۲۰۰ میٹر بٹر فلائی ۰۰/۷ : ۲ منٹ میں تیر کر سب کو حیرت میں ڈال دیا! اسی سال تیراکی کے اولمپک مقابلوں میں کیلی فورنیا (امریکہ) کے ہائی اسکول کے



تیراکی کے مقابلوں میں 1972 مارک اسپٹز جس نے گیارہ تمغے حاصل کیے۔

۱۶ سالہ طالب علم نے ۴۰۰ میٹر کا فری اسٹائل مقابلہ جیتا۔ یہ دنیا کا سب سے کم عمر پیراک تھا!

آج کل اولمپک گیمس میں تیراکی اور غوطہ زنی کے کُل ۳۰ مقابلے ہوتے ہیں۔ مردوں کے لیے ۱۵ اور عورتوں کے لیے ۱۵ ــــ گیارہ انفرادی مقابلے، ۲ ریلے اور غوطہ زنی کے ۲ مقابلے۔ انفرادی مقابلوں میں ۱۰۰ میٹر اور ۲۰۰ میٹر، بیاک اسٹروک، ۱۰۰ میٹر اور ۲۰۰ میٹر بٹر فلائی، ۱۰۰ میٹر اور ۲۰۰ میٹر بریسٹ اسٹروک اور ۱۰۰ میٹر اور ۲۰۰ میٹر فری اسٹائل۔ ان کے علاوہ مردوں کے لیے ۴۰۰ میٹر اور ۱۵۰۰ میٹر کے فری اسٹائل مقابلے اور عورتوں کے لیے ۴۰۰ اور ۸۰۰ میٹر کے فری اسٹائل مقابلے۔ ان سے ہٹ کر ۴۰۰ میٹر کا ایک انفرادی "میڈلے" مقابلہ بھی ہوتا ہے جو ۱۰۰ میٹر بیاک اسٹروک، ۱۰۰ میٹر بریسٹ اسٹروک، ۱۰۰ میٹر بٹر فلائی اور ۱۰۰ میٹر فری اسٹائل پر مشتمل ہوتا ہے۔ انفرادی میڈلے سب میں مشکل اور تھکا دینے والا ہوتا ہے۔

اولمپک گیمس میں تیراکی کے مقابلے عام طور سے ۵۰ میٹر لمبے اور ۲۱ میٹر چوڑے سوئمنگ پول (تیراکی کے حوض) میں ہوتے ہیں۔ سوئمنگ پول کی لمبائی کو آٹھ حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ہر حصّہ کی چوڑائی ۲٫۵ میٹر (۸ فٹ ۲ ۱/۲ انچ) ہوتی ہے۔ اور ہر تیراک کو بس اسی حصّہ میں ہاتھ پاؤں چلانے کی اجازت ہوتی ہے!

تیراکی اور غوطہ زنی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کوئی غوطہ زن پیراک نہ ہو، یہ ممکن نہیں ـــــ صدیوں سے لوگ پانی میں غوطے لگاتے رہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ غوطہ زنی کو مقابلے کا کھیل بنانے کی بڑی دیر میں سوجھی۔ ۱۹ ویں صدی کے آخر میں غوطہ زنی ایک مقابلہ کے کھیل کے طور پر شروع ہوئی اور غوطہ زنی کا پہلا قومی چمپین شپ ۱۸۸۹ء میں اسکاٹ لینڈ میں منعقد ہوا تھا۔ اور اس کو اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ ۱۹۰۴ء میں شامل کیا گیا اور ۱۹۰۸ء کے اولمپک کھیلوں میں اسپرنگ بورڈ اور پلیٹ فارم سے غوطہ زنی کے مقابلے شروع ہوئے۔

اولمپک گیمس میں جو اسپرنگ بورڈ استعمال ہوتا ہے اس کی لمبائی ۱۶ فٹ (۴٫۸۷ میٹر) اور چوڑائی ۲۰٫۱ انچ (۰٫۵۰۸ میٹر) ہوتی ہے اور یہ پانی کی سطح سے تین میٹر کی بلندی پر ہوتا ہے اور پانی کی سطح سے پلیٹ فارم کی اونچائی دس میٹر ہوتی ہے۔ پلیٹ فارم اور اسپرنگ بورڈ دونوں لمبائی اور چوڑائی میں برابر ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں ۱۳ سالہ امریکن لڑکی نے میو نخ اولمپک گیمس میں اسپرنگ بورڈ غوطہ زنی میں سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔ یہی مقابلہ ایک امریکن لڑکی نے ۱۹۲۰ء میں جیتا تھا۔ اس وقت اس لڑکی کی عمر صرف ۱۲ سال تھی!

طویل فاصلہ کی تیراکی کا پانچ ہزار ڈالر کا انعام جیتنے کے لیے ایک

مالدار اطالوی باشندے نے (جو ارجنٹائن میں رہتا تھا) ۱۱راگست ۱۹۲۳ء کو فرانس سے انگلستان کا فاصلہ ۱۶ گھنٹے ۲۳ منٹ میں طے کیا۔ رودبارِ انگلستان کو تیر کر پار کرنے والی پہلی عورت کیلی فورنیا (امریکہ) کی فلورنس چاڈوک تھی۔ جس نے ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۱ء کو ۱۶ گھنٹے ۱۹ منٹ میں رودبار کو عبور کیا تھا۔

ہندوستان کے مہر سین نے ۲۷ر ستمبر ۱۹۵۸ء کو ۱۴ گھنٹے ۴۵ منٹ میں رودبارِ انگلستان کو عبور کیا تھا۔ رودبارِ انگلستان کو سب سے کم وقت یعنی ۹ گھنٹے ۳۵ منٹ میں ۱۶راگست ۱۹۶۴ء کو پار کرنے والا ایک یارک شائر کا ۲۵ سالہ انگریز باشندہ بیری واٹسن تھا۔ اور سب سے کم وقت میں یعنی ۹ گھنٹے ۳۶ منٹ میں، ۱۰راگست ۱۹۷۳ء کو رودبارِ انگلستان کو عبور کرنے والی ایک سولہ سالہ امریکن لڑکی لین کاکس تھی۔

تیراکی میں لوگوں نے عجیب عجیب تجربے کیے ہیں۔ ڈنمارک کے ۵۳ سالہ جینی کامرس گارڈنے ۱۹ر فروری ۱۹۷۲ء کو ۴۴٫۷ فارن ہیٹ درجۂ حرارت کے سرد پانی میں ۷ منٹ ۱۳ سیکنڈ میں ۲۰۰ میٹر کا فاصلہ طے کیا! جہاں تک تیز رفتار تیراکی کا تعلق ہے امریکہ کے سب سے تیز رفتار پیراک ڈیوڈ ہومزایڈگر نے ۵٫۰۵ میل فی گھنٹہ کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ دنیا کا سب سے کم عمر تیراک کیلی فورنیا (امریکہ) کا لیونور موڈیل ہے جو ۱۳ ستمبر ۱۹۶۴ء کو ۱۴ سال ۵ ماہ کی عمر میں ۱۵ گھنٹے ۴۲ منٹ تک مسلسل تیرتا رہا۔ دنیا کا

سب سے زیادہ عمر والا پیراک ۵۵ سالہ ولیم بارلی ہے جس نے ۱۶ر اگست ۱۹۵۱ء کو ۱۲میل کا فاصلہ ۱۵ گھنٹے ایک منٹ میں طے کیا!

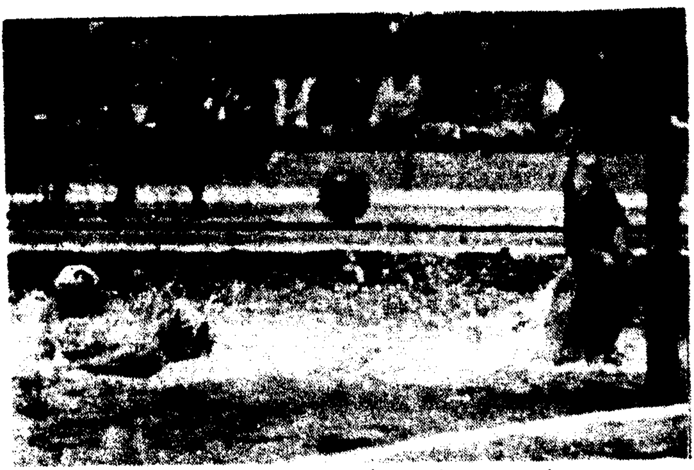
رودبارِ انگلستان کو پہلی مرتبہ ڈبل کراس کرنے والا ارجنٹائن کا باشندہ ۴۳ سالہ انٹونیوا برٹانڈو تھا۔ اس نے ۲۰ر ستمبر ۱۹۶۱ء کو صبح ۸½ بجے انگلستان کے ساحل سے تیرنا شروع کیا اور ۲۱ر ستمبر کو سہ پہر ۲½ بجے وہ فرانس کے ساحل پر پہنچ گیا۔ ۴ منٹ آرام لینے کے بعد ۲۲ر ستمبر ۱۹۶۱ء کو صبح ۴۵:۲۰ پر ۴۳۲ گھنٹے ۱۶ منٹ بعد انگلستان کے ساحل پر لوٹ آیا۔ اس طرح اس نے ۴۳ گھنٹے ۱۰ منٹ میں رودبارِ انگلستان کو ڈبل کراس کیا۔ لیکن شکاگو (امریکہ) کے ۲۷ سالہ ایڈورڈ ایرکسن نے ۱۹-۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء کو اس سے بھی کم وقت یعنی ۳۰ گھنٹے ۳ منٹ میں رودبارِ انگلستان کو ڈبل کراس کیا تھا۔

ہم ۲۸ سالہ فریڈ بالڈاسارے کی ہمت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے جس نے پہلی مرتبہ رودبارِ انگلستان کو زیرِ آب تیر کر پار کیا۔ اس نے ۱۱ر جولائی ۱۹۶۲ء کو فرانس سے انگلستان کا فاصلہ غوطہ زنی کے آلات کی مدد سے ۱۸ گھنٹے ایک منٹ میں طے کیا! پھر اس کے ۱۷ دن بعد انگلستان کے ایک ۲۰ سالہ باہمت غوطہ زن سائمن پیاٹرسن نے ہوا کی نلی کی مدد سے ۲۸ر جولائی ۱۹۶۲ء کو رودبارِ انگلستان کو ۱۴ گھنٹے ۵ منٹ میں عبور کیا۔

تیراکی سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ

ہوگی کہ دنیا کا سب سے بڑا سوئمنگ پول کا سابلانکا (مراقش) میں ہے۔ اس کی لمبائی ۴۸۰ میٹر (۱۵۷۴،۸ فٹ) چوڑائی ۷۵ میٹر (۲۴۶ فٹ) اور اس کا رقبہ ۸،۹ مربع ایکڑ ہے!

تیراکی اور غوطہ زنی کی وجہ سے ایک نیا کھیل "واٹر پولو" (پانی کا پولو) وجود میں آیا ہے۔ پولو کے ساتھ ہی ہمارا خیال اس پولو کی طرف جاتا ہے جو گھوڑے پر بیٹھ کر کھیلا جاتا ہے۔ واٹر پولو جیسا کہ نام سے ظاہر ہے پانی میں کھیلا جاتا ہے۔ اس کھیل کی ابتدا ۱۸۶۹ء میں انگلستان میں ہوئی۔ ان دنوں یہ پانی کا فٹ بال کہلاتا تھا۔ واٹر پولو سخت محنت کا کھیل ہے۔



1964 کے ٹورنامینٹ میں ہنگری (سفید ٹوپیاں پہنے) نے سویت یونین کو 5،2 سے شکست دی۔

مقابلہ کی تیراکی کی طرح واٹر پولو انگلستان میں پلا اور بڑھا۔اس کا پہلا مقابلہ ۱۸۷۰ء میں انگلستان میں دو ٹیموں کے درمیان ہوا۔ ہر ٹیم میں ۷ کھلاڑی تھے۔ دس سال کے اندر اس کھیل کے قاعدے قانون اور اصول بنائے گئے۔ واٹر پولو کا پہلا بین الاقوامی میچ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے درمیان ۱۸۹۰ء میں کھیلا گیا تھا جس میں اسکاٹ لینڈ نے انگلستان کے صفر کے مقابلہ میں چار گول بنائے تھے۔

واٹر پولو کی ابتدا ۱۸۶۹ء میں انگلستان میں ہوئی تھی لیکن واٹر فٹ بال کی حیثیت سے وہ پہلی مرتبہ ۱۹۰۰ء میں پیرس کے اولمپک گیمس میں شریک کیا گیا تھا۔ ۱۹۶۸ء تک واٹر پولو میں ہنگری کا پلّہ بھاری رہا۔ البتہ ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک مقابلوں میں روس نے سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۶ء سے روس واٹر پولو میں ایک سونے کا تمغہ، ۲ چاندی کے تمغے اور کانسے کے تمغے جیت چکا ہے۔ انگلستان واٹر پولو کا وطن ہے اس لیے حیرت کی کوئی بات نہیں کہ اس نے ۱۹۰۰ء کے پیرس اولمپک گیمس میں سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔ پھر انگلستان ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۰ء تک سارے اولمپک کھیلوں میں سونے کے تمغوں کا حقدار ثابت ہوا۔ البتہ ۱۹۲۴ء میں فرانس نے، ۱۹۲۸ء میں جرمنی نے اور ۱۹۳۲ء میں ہنگری نے پہلی مرتبہ سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ۱۹۳۶ء اور پھر ۱۹۵۲ء میں سونے کے تمغے ہنگری کو ملے۔

۱۹۵۶ء کے ملبورن اولمپک مقابلوں میں ہنگری نے صفر کے مقابلے میں ۴ گول بنا کر روس کو ہرا دیا۔ ۱۹۶۰ء کے روم میں ہونے والے اولمپک گیمس میں اٹلی نے سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۶۴ء کے ٹوکیو اولمپک کھیلوں میں ہنگری نے روس کو دو کے مقابلے میں پانچ گول سے شکست دی تھی۔ ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس کے مقابلے میں روس نے ہنگری کو ہرا کر واٹر پولو میں اس کی برتری ختم کر دی لیکن پھر ۱۹۷۶ء میں ہنگری فائنل جیت گیا! ۱۹۸۰ء کے ماسکو اولمپک گیمس میں روس دوبارہ چمپین بن گیا۔ ۱۹۸۴ء کے لاس اینجلز اولمپک کھیلوں میں یوگوسلادیہ نے واٹر پولو میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔

سچ پوچھیے تو واٹر پولو سخت جان آدمی کا کھیل ہے —
واٹر پولو کو ہم فٹ بال اور باسکٹ بال کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں۔ پورا کھیل ۲۰ منٹ کا ہوتا ہے۔ اسے پانچ پانچ منٹ کے ۴ حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ہر حصّے کے بعد ۲ منٹ کا وقفہ دیا جاتا ہے
واٹر پولو کے کھلاڑی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کھیل کے دوران تیرے یا حوض کے فرش پر چلے لیکن یاد رہے کہ حوض کی گہرائی دو میٹر ہوتی ہے۔ واٹر پولو کا حوض (سوئمنگ پول) ۳۰ میٹر لمبا، ۲۰ میٹر چوڑا اور ۲ میٹر گہرا ہوتا ہے۔ ایک گول کیپر ہوتا ہے۔ اور باقی پانچ کھلاڑی ہر دم حرکت میں ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب

یہ ہوا کہ واٹر پولو بڑا مشکل کھیل ہے۔ گھنٹوں تیرنے کی مشق کرنی پڑتی ہے اور واٹر پولو کے ایک اچھّے کھلاڑی کو سال بھر میں ۱۵۰۰ میل تیرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اولمپک کے مقابلوں میں حصّہ لے سکتا ہے۔

کشتی اور جوڈو

کشتی، کسرت اور کھیل کے طور پر برس ہا برس سے ساری دنیا میں رائج ہے ــــ اور آج بھی دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں کشتی نہ لڑی جاتی ہو۔ ماقبل تاریخ کے انسان کو اپنی حفاظت کے لیے جنگلی جانوروں سے دو بدو لڑنا پڑتا تھا، ہاتھا پائی کرنا پڑتا تھا۔ اس خیال سے وہ اپنے خاندان کے افراد سے یا اپنے پڑوسیوں سے کشتی لڑنے کی مشق کرتا تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر کشتی نے ایک فن کی شکل اختیار کر لی ہو۔

قدیم یونان میں کشتی ایک اہم فن سمجھا جاتا تھا اور کشتی کے اسکولوں میں حاضری، تعلیم کا ایک ضروری جزو سمجھی جاتی تھی۔ قدیم زمانے میں کشتی لڑنے والوں کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ لیکن ارسطو کا خیال تھا کہ کسی ایک کھیل میں ماہر بننے کی بجائے مختلف کھیلوں میں مہارت پیدا

کرنا بہتر ہے۔

پرانے زمانے میں کُشتی کے مقابلے میلوں اور مذہبی تہواروں میں ہوا کرتے تھے۔ اور کشتی کے فن کو ہمیشہ بادشاہوں کی نہ صرف سرپرستی حاصل رہی بلکہ وہ خود کشتی کے مقابلوں میں حصّہ لیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۶ ویں صدی کی ابتدا میں انگلستان کے شاہ ہنری چہارم اور فرانس کے بادشاہ فرانسس کے درمیان کُشتی کا مقابلہ ہوا تھا!

۷۰۸ ق۔م میں، پہلی مرتبہ، ۱۸ ویں قدیم اولمپک گیمیں میں کشتی کے مقابلے ہوئے تھے ـــــ جاپان میں کُشتی کی ابتدا ۲۰۰ء میں ہوئی تھی اور جاپانی کُشتی کی مقبول ترین قسم "سومو" ہے۔ جو تقریباً دو ہزار سال قبل شروع ہوئی تھی اور جو آج بھی جاپانیوں کی پسندیدہ کُشتی ہے۔ سومو کشتی لڑنے والے کا وزن ۳۰۰ پونڈ سے زائد ہوتا ہے اور پہلوان کشتی کے دوران ایک پتلی سی لنگوٹی کے سوا اور کچھ نہیں پہنتے!

کُشتی کی تاریخ میں یونان کے "میلو" کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ دنیا کا یہ عظیم ترین پہلوان بے اندازہ طاقت کا مالک تھا۔ اس نے بچپن سے ہی ایک چھوٹے سے بچھڑے کو اپنے کندھوں پر اٹھانا شروع کیا۔ اور اس نے یہ مشق ہر روز جاری رکھی یہاں تک کہ بچھڑا ایک دن ہٹّا کٹّا بھینسہ بن گیا! اور مسلسل مشق کی وجہ سے نوجوان میلو اس بھینسہ کو

بہ آسانی اُٹھا لیتا تھا۔ اس حساب سے ہم اُسے ویٹ لفٹنگ کا ایک عالمی چمپین بھی کہہ سکتے ہیں۔ میلو، اپنے دشمنوں کو پریشان کرنے، دوستوں کو خوش کرنے اور اپنی شہرت کو چار چاند لگانے کے لیے اکثر طرح طرح کے کرتب اور تماشے کرتا تھا۔ ان کرشموں کے دوران، ایک مرتبہ اس نے ایک انار اپنی مٹھی میں دبا لیا اور یہ چیلنج کیا کہ کوئی ماں کا لال انار کو اس کے ہاتھ سے چھین لے۔

میلو بڑا پیٹو تھا۔ ایک وقت میں ۲۰ پونڈ گوشت ہضم کر جاتا اور ڈکار تک نہیں لیتا! یہ ناممکن تھا کہ کوئی شخص اس کو کشتی میں پچھاڑ دے۔ لیکن ایک مرتبہ جنگل میں بے چارے میلو کا ہاتھ ایک درخت کے دو شاخوں کے درمیان بُری طرح پھنس گیا۔ اس نے بہتیرے کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ آخر جنگلی جانوروں نے چیر پھاڑ کر میلو کا صفایا کر دیا۔

آج کل دو قسم کی کشتیوں کا رواج ہے ــــ جب رومیوں نے یونانیوں پر فتح پائی، اور اولمپک گیمس کو اپنی نگرانی میں لیا تو انھوں نے گریکو رومن کشتی کی ابتدا کی، جو اس زمانے میں یورپ میں رائج تھی چونکہ ابتدا سے امریکہ میں روایت یا رواج کو اہمیت نہیں دی گئی اس لیے انھوں نے فری اسٹائل کشتی کو پروان چڑھایا۔ گریکو ــــ رومن کشتی میں مدِ مقابل کو اٹھا کر فرش پر اس طرح پٹکا جاتا ہے کہ کسی طرح اس

کی پیٹھ اور کندھے فرش سے لگ جائیں اور اگر یہ ایک لمحہ کے لیے بھی لگ جائیں تو ہار سمجھی جائے گی۔ لیکن فری اسٹائل کشتی میں کندھے اور پیٹھ، دو سیکنڈ تک فرش سے لگے رہنا چاہیے۔ گریکو رومن کشتی میں کمر سے نیچے جسم کے کسی حصے کو پکڑنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن فری اسٹائل کشتی میں مقابل کو کسی طرح بھی پکڑا جا سکتا ہے اور گرفت میں لایا جا سکتا ہے۔



کشتی کے مقابلے

۱۹۰۴ء میں سینٹ لوئی (امریکہ) کے اولمپک گیمس میں صرف

فری اسٹائل کشتی کے مقابلے شامل کیے گئے تھے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سارے مقابلے امریکی پہلوان جیت گئے۔ ۱۹۱۲ء کے اولمپک کھیلوں میں صرف گریکو رومن کشتی کے مقابلے ہوئے۔ ان میں فن لینڈ اور سویڈن بازی لے گئے۔ ۱۹۳۶ء کے برلن اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ اسٹونیا کے ایک پہلوان نے گریکو، رومن اور فری اسٹائل مقابلے جیتے۔

۱۹۴۸ء میں لندن میں ہونے والے ۱۴ویں اولمپک کھیلوں میں فری اسٹائل کشتی میں ترکی بازی لے گیا تھا اور گریکو رومن کشتی میں سویڈن کی جیت ہوئی تھی۔ ۱۹۵۲ء کے ہلسنکی اولمپک گیمس میں کشتی کے مقابلوں میں روس بھی شریک ہوا تھا جس میں ۲۵ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔

۱۹۵۶ء کے ملبورن (آسٹریلیا) اولمپک مقابلوں میں ۳۰ ملکوں نے اپنے ۱۹۵ پہلوان بھیجے تھے ۱۹۷۲ء کے میونخ (مغربی جرمنی) کے اولمپک گیمس میں، توقع کے مطابق کمیونسٹ اور مشرقی یورپ کے ملکوں نے گریکو رومن کشتی کے سارے (دس) مقابلے جیتے۔ ان اولمپک کھیلوں میں روس نے جملہ ۵ سونے کے تمغے حاصل کیے۔ جاپان کو دو سونے کے تمغے ملے اور امریکہ نے سونے کے ۲ تمغے جیتے۔

اولمپک گیمس میں، گریکو رومن اور فری اسٹائل کشتی کے مقابلوں کو وزن کے حساب سے دس زمروں میں تقسیم کیا گیا:

۱- پیپر ویٹ ۴۸ کلوگرام تک
۲- فلائی ویٹ ۵۲ کلوگرام تک
۳- بانٹم ویٹ ۵۷ کلوگرام تک
۴- فیدر ویٹ ۶۲ کلوگرام تک
۵- لائٹ ویٹ ۶۸ کلوگرام تک
۶- ویلٹر ویٹ ۷۴ کلوگرام
۷- مڈل ویٹ ۸۲ کلوگرام
۸- لائٹ ہیوی ویٹ ۹۰ کلوگرام تک
۹- ہیوی ویٹ ۱۰۰ کلوگرام تک
۱۰- سُوپر ہیوی ویٹ ۱۰۰ کلوگرام سے زائد

کشتی میں جسامت یا وزن سے زیادہ سمجھ بوجھ کی اہمیت ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۷۲ کے میونخ اولمپک گیمس میں ایک ۲۲ سالہ، ۶ فٹ ۹ انچ (۱۹۸ سنٹی میٹر) قد اور ۴۴۰ پونڈ (۱۹۹ کلوگرام) وزن والے نوجوان کا مقابلہ ایک ۳۹ سالہ، ۶ فٹ ۳/۱ انچ (۱۹۰ سنٹی میٹر) اور ۳۴۰ پونڈ (۱۴۹ کلوگرام) وزن والے پہلوان سے ہوا۔ کم قد، کم وزن اور زیادہ عمر والے پہلوان نے اپنی فن دانی اور تجربے سے اس کم عمر اور بھاری بھرکم نوجوان کو نیچا دکھایا!

اولمپک کھیلوں میں کشتی کے مقابلے ۸ میٹر لمبے اور ۸ میٹر چوڑے دنگل میں ہوتے ہیں۔ اگر دو پہلوان لڑتے لڑتے دنگل سے باہر چلے جائیں تو ریفری انہیں پھر دنگل میں لے آتا ہے۔ اگر مقابلہ برابری پر ختم ہو تو دونوں پہلوانوں کا وزن کیا جاتا ہے اور کم وزن والا فاتح قرار دیا جاتا ہے۔ کشتی میں صبر اور ضبط ایک اہم بات ہے۔ کشتی کا فن شطرنج کے کھیل سے ملتا جلتا ہے۔ شطرنج کے اچھے کھلاڑی، کی طرح ایک ہوشیار

پہلوان ہر دم داؤ پینترے سوچتا رہتا ہے کہ اب میں یہ کروں گا اور وہ کروں گا۔ کشتی میں ساری کوشش کا بس ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ مدِمقابل کو مات دی جائے ـــــ یعنی چاروں شانے چت!

جوڈو مشرقی کھیلوں کے دلچسپ خاندان کا ایک فرد ہے۔ اس کھیل میں بالکل کشتی اور باکسنگ کی طرح کوئی ہتھیار استعمال نہیں ہوتے۔ جوڈو، کراٹے، جُو جِتسو اور کیمپو ایک ہی گھرانے کے مختلف افراد ہیں۔ مشرق میں اس کی ابتدا کب ہوئی تھی یہ بتلانا مشکل ہے۔ لیکن یہ سمجھا جاتا ہے کہ جوڈو کا فن چین سے شروع ہوا تھا۔ ۱۲ ویں صدی میں کسی چینی راہب نے لٹیروں کا مقابلہ کرنے کے لیے اس فن کو اپنایا تھا جو کیمپو کہلاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۷ ویں صدی میں ایک چینی راہب نے جاپانیوں کو یہ فن سکھلایا تھا جو آگے چل کر بہت مقبول ہوا۔ اور اب تو یہ جاپان کا قومی کھیل بن گیا ہے۔

جُوڈو بالکلیہ کشتی کا ایک مشرقی فن ہے ـــــ جو مغرب والوں کے لیے آج بھی ایک عجوبہ ہے! بچاؤ کا یہ فن اس وقت جاپان آیا تھا جبکہ جاپان میں عام شہری کو ہتھیار باندھنے کی اجازت نہیں تھی۔ سو سال قبل جب کیمپو دم توڑ رہا تھا تو ایک جاپانی نوجوان جگرد کانو نے اس کو نئی زندگی دینے کا تہیہ کیا۔ کیمپو کے سارے راز سیکھنے کے بعد

کانو نے اپنی سمجھ بوجھ سے رفتہ رفتہ اس فن کو مزید ترقی دی اور اس کا نیا نام "کوڈو کان جُوڈو" رکھا۔

جُوڈو کے فن نے ۱۸۸۲ء کے بعد بہت ترقی کی۔ ۱۸۸۶ء میں ایک اہم بات یہ ہوئی کہ جُوڈو کے ماہر، پولیس کے ۱۵ ملازموں کا کانو کے ۱۵ شاگردوں سے مقابلہ ہوا۔ تین میچ برابری پر ختم ہوئے اور ایک درجن میچ کانو کے شاگردوں نے جیتے۔

۱۹۰۰ء تک جُوڈو سارے ایشیا اور یورپ میں پھیل گیا۔ اور دوسری بڑی جنگ کے دوران تو امریکہ کے لوگ بھی اس فن سے واقف ہو گئے۔

۱۹۶۴ء کے ٹوکیو (جاپان) اولمپک گیمس میں جوڈو کو پہلی مرتبہ مقابلوں میں شریک کیا گیا۔ توقع کے مطابق جاپانیوں نے سونے کے ۳ تمغے حاصل کیے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ سوپر ہیوی ویٹ مقابلہ جیتنے والا پہلوان نذرلینڈ کا باشندہ تھا جس کا قد ½ ۶ فٹ اور وزن ۲۵۰ پونڈ تھا۔ اس مرتبہ ۲۹ ملکوں نے جُوڈو کے مقابلوں میں حصّہ لیا تھا۔

۱۹۶۸ء کے میکسیکو اولمپک کھیلوں میں جُوڈو کو شامل نہیں کیا گیا لیکن ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس میں جُوڈو نے اپنے لیے جگہ بنا لی! جاپان نے دیانا کے ۱۹۷۵ء کے عالمی جُوڈو چمپین شپ میں ۱۲ کے منجملہ ۱۱ تمغے جیتے، جس میں ۴ سونے کے تمغے تھے۔

جُوڈو کے بھی کشتی کی طرح وزن کے اعتبار سے ۵ زمرے ہوتے ہیں : لائٹ ویٹ/ ۶۳ کلوگرام تک، ویلٹر ویٹ/ ۶۳ تا ۷۰ کلوگرام، میڈل ویٹ/ ۷۰ تا ۸۰ کلوگرام، لایٹ ہیوی ویٹ/ ۸۰ تا ۹۳ کلوگرام اور ہیوی ویٹ/ ۹۳ کلوگرام سے زائد۔

اولمپک گیمس، میں جُوڈو کے مقابلوں میں ہر ملک، ہر زمرے میں ایک "جوڈوکا" (جوڈو لڑنے والا) بھیج سکتا ہے۔ جوڈو کے مقابلے دس منٹ کے ہوتے ہیں اور پائنٹ کی بنیاد پر ہار جیت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ مقابلے کے دوران اگر کسی جُوڈوکا کی پیٹھ ۳۰ سیکنڈ تک فرش سے لگی رہے تو ایک پوائنٹ ملتا ہے اور ۲۰ سکنڈ ہوں تو ½ پوائنٹ۔ اگر دس منٹ میں فیصلہ نہ ہو تو زائد ۳ منٹ دیے جاتے ہیں۔ جُوڈوکا کا سارا لباس سفید ہوتا ہے ـــــ ڈھیلی قمیض اور ڈھیلا پاجامہ۔ اور ایک بیلٹ کمر سے کسا ہوتا ہے جس کا رنگ جُوڈوکا کی مہارت کے مطابق ہوتا ہے۔ سفید بیلٹ سب سے کم اور کالا بیلٹ سب سے زیادہ مہارت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ جوڈو کا کشتی کا ایسا فن ہے جس میں مخالف کو گزند پہنچائے بغیر زیر کیا جاتا ہے۔

سائیکل رانی

کہتے ہیں کہ سائیکل کی ایجاد کا سہرا فرانس کے سر ہے۔ لیکن سچ پوچھیے تو ایک ایسی پہیوں والی سواری (جس کو سوار چلائے) کا خواب سب سے پہلے مصریوں نے دیکھا تھا۔ اور صدیوں بعد لیونارڈو ڈوڈا ونسی کو ایسی کسی مشین کی ایجاد کا خیال آیا تھا۔

دراصل سائیکل ۱۷۹۰ء میں ایک فرانسیسی باشندے سیوراک کے دماغ کی پیداوار ہے۔ سیوراک نے جو سائیکل ایجاد کی تھی اس کے پیڈل نہیں تھے اور نہ ہی اس کو گھمایا جا سکتا تھا۔ بس (ناک کی سیدھ میں) سیدھے سیدھے چلتی تھی!

۱۸۱۶ء میں ایک فرانسیسی اور ایک جرمن نے مل کر ایسی ہی سائیکل تیار کی تھی جس کو گھمایا جا سکتا تھا۔ ۱۸۴۰ء میں اسکاٹ لینڈ کے ایک لوہار نے پہلی مرتبہ سائیکل میں پیڈل لگائے جس کی وجہ سے اس کی رفتار ۱۴ میل

فی گھنٹہ ہو گئی۔ پھر ایک ایسی سائیکل بنائی گئی جس کا اگلا پہیہ کافی بڑا ہوتا تھا۔ اور پچھلا پہیہ بہت چھوٹا۔ اس کو "پنی۔ فارونگ" سائیکل کہتے تھے۔ اس کے بعد چین والی سائیکل تیار ہوئی۔ پھر ۱۸۸۱ء میں اسکاٹ لینڈ کے ایک باشندے ڈنلپ نے اپنے بیٹے کی سائیکل کی رفتار کو بڑھانے کے لیے ہوا بھرنے والے ٹائر تیار کیے۔ اس کے بعد سائیکل کی وہ شکل بنی جسے آج ہم دیکھتے ہیں۔

سائیکل رانی امریکہ میں بھوک بڑھانے کا ایک کھیل تصوّر کیا جاتا ہے! لیکن یہ آج بھی فرانس میں حمل و نقل کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ فرانس کا دعوا ہے کہ ۱۶۹۰ء میں ایک فرانسیسی نے سائیکل ایجاد کی تھی لیونارڈو ڈوڈاونسی نے ایک اڑنے والی سائیکل کی ڈرائنگ ضرور بنائی تھی اور حال ہی میں فرانسیسیوں نے اعلان کیا ہے کہ انھوں نے ایک اڑنے والی سائیکل تیار کی ہے جو ۱۹۸۰ء کے اولمپک گیمس میں پیش کی جائے گی!

ہو سکتا ہے کہ پہلی سائیکل فرانسیسیوں نے ایجاد کی ہو لیکن ۱۸۳۴ء میں اسکاٹ لینڈ کے ایک لوہار نے بے شک اس میں پیڈل لگائے۔ اس زمانے میں لکڑی کے تین پہیوں والی سائیکل میں لوہے کے ٹائر ہوتے تھے!

آج کل ہم جو سائیکل دیکھتے ہیں وہ پہلی مرتبہ ۱۸۵۰ء میں نظر آئی اور ۱۸۶۶ء میں پہلی دو پہیوں والی سائیکل فرانس سے امریکہ لائی گئی۔ ۱۸۷۸ء میں

امریکہ اور یورپ میں پیشہ ورانہ اور شوقیہ سائیکل رانی کی ابتدا ہوئی۔

سائیکل کی پہلی دوڑ ۳۱/ مئی ۱۸۶۸ء کو فرانس میں ہوئی تھی جس کا فاصلہ دو کلو میٹر (۲۴ء۱ میل) تھا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں امریکہ میں پہلا قومی بائیسکل چمپین شپ ہوا تھا۔ گو سائیکل رانی امریکہ میں مقبول ہوتی گئی لیکن ابھی تک یورپ اس کا مرکز ہے اور حیرت کی بات ہے کہ آج تک اولمپک کھیلوں میں عورتوں کی سائیکل دوڑ کو شامل نہیں کیا گیا!

اولمپک گیمس میں سائیکل رانی کو دو زمروں میں تقسیم کیا گیا ہے سڑک کی دوڑ اور ٹریک کی دوڑ۔ سڑک کی لمبی دوڑ، ٹیم کے ساتھ تقریباً سو کلو میٹر کی ہوتی ہے اور یہی انفرادی دوڑ تقریباً دو سو کلو میٹر کی ہوتی ہے۔ ٹیم کے مقابلوں میں ہر ملک سے ۴ سائیکل راں حصہ لیتے ہیں اور انعام پانے کے لیے تین سیکل رانوں کا جیتنا ضروری ہوتا ہے۔

سڑک کی دوڑ (روڈ ریس) انفرادی یعنی ایک سائیکل راں کی ہوتی ہے اور اس میں ہر ملک سے جتنے چاہے سیکل راں حصہ لے سکتے ہیں۔ روڈ ریس کے راستے میں تین "سپلائی پوائنٹ" ہوتے ہیں جہاں سائیکل راں اپنی سائیکل کے فاضل پرزے بدل سکتے ہیں۔

ٹریک پر ایک ہزار میٹر کی دوڑ ہوتی ہے — اس میں ہر ملک سے صرف ایک سائیکل راں حصہ لے سکتا ہے۔ ٹریک میں جو سائیکل

استعمال ہوتی ہے اس کا وزن ۱۸ تا ۲۰ پونڈ ہوتا ہے اور سڑک کی دوڑ میں استعمال ہونے والی سائیکل کا وزن ۲۵ پونڈ تک ہوتا ہے۔

۱۸۹۶ء کے اولمپک گیمس میں سائیکل رانی شامل کی گئی تھی جیتنے والا فرانسیسی تھا جس نے سونے کے چار تمغے حاصل کیے تھے، اور میزبان ملک یونان کے سائیکل ران نے میراتھان سے ایتھنز تک ۸۲ کلومیٹر کی دوڑ جیتی تھی۔

ویٹ لفٹنگ

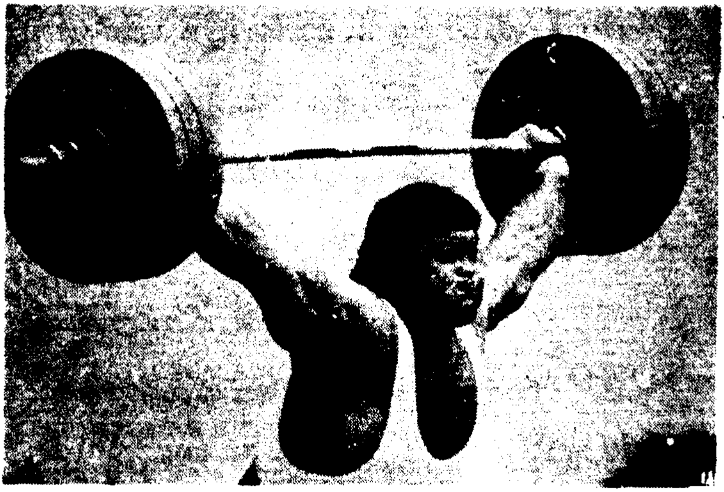
(وزن اٹھانا)

انسان ابتدا سے کھیل یا کسرت کے لیے، وزن اٹھاتا آرہا ہے ـــــ ہمارے باوا آدم اپنے غاروں کی حفاظت کے لیے یا یوں سمجھیے کر غاروں کے مُنھ بند کرنے کے لیے بڑے بڑے پتھر اُٹھاتے تھے۔ قدیم مصر میں مُردہ بادشاہوں کی یادگار یعنی اہرام بنانے کے لیے طاقتور آدمیوں کو ایک جگہ جمع کیا جاتا تھا وزن اُٹھانے کی مشق قدیم یونان میں کسرت یا ورزش کا ایک لازمی جزو تصوّر کی جاتی تھی۔

۲۰۰ سال پہلے جب ڈمبل استعمال ہونے لگے تو اصل میں موجودہ ویٹ لفٹنگ کا کھیل وجود میں آیا۔ ۲۸ر مارچ ۱۸۹۱ء کو پہلا عالمی ویٹ لفٹنگ چمپین شپ لندن میں ہوا تھا۔ اس کے پانچ سال بعد ۱۸۹۶ء میں پہلے جدید اولمپک گیمس میں ویٹ لفٹنگ کو بھی شامل کیا گیا تھا۔

ان مقابلوں میں انگلستان کے ایک باشندے نے ایک ہاتھ سے ۱/۲ ۱۵۶ پونڈ کا ڈمبل اُٹھایا تھا اور ڈنمارک کے ایک پہلوان نے ۲۴۵ پونڈ کا ڈمبل دو ہاتھ سے اُٹھایا تھا۔

۱۹۰۰ء کے اولمپک کھیلوں میں ویٹ لفٹنگ کو شامل نہیں کیا گیا۔ البتہ ۱۹۰۴ء کے اولمپک گیمس میں ویٹ لفٹنگ کے مقابلے ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء کے مقابلوں میں ڈمبل کی بجائے باربل رکھے گئے۔ اس کے ساتھ ہی تین طرح کی ویٹ لفٹنگ ہوتی رہی جو ۱۹۷۲ء تک چلتی رہی۔



روس کے کھلاڑی

وزن اٹھانے میں اکثر روسی بازی لے جاتے ہیں۔

۱۹۴۸ء میں لندن کے اولمپک گیمس میں ۵۲ ملکوں نے حصّہ لیا۔ ملبورن (آسٹریلیا) کے اولمپک کھیلوں میں ۶۷ ملکوں کے ۱۲۲ کھلاڑی مقابلوں میں شریک ہوئے تھے۔ دوسری بڑی جنگ سے پہلے جرمنی ویٹ لفٹنگ میں سب سے آگے تھا۔ ۱۹۶۰ء میں روم کے اولمپک گیمس میں روس چھایا رہا۔ اس نے چھ کے منجملہ ۵ سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ۱۹۷۲ء کے میونخ (مغربی جرمنی) میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں مشرقی یورپ کی ٹیموں کو ۲۷ کے منجملہ ۲۱ تمغے ملے۔

آئیے اب ذرا ویٹ لفٹنگ کے اصولوں کے بارے میں کچھ معلوم کرتے چلیں:

ویٹ لفٹنگ میں باربل کا بار دو میٹر لمبا ہوتا ہے اور وزن کی پلیٹ ۲۵ کلوگرام (۵۵ پونڈ) سے کم ہوتے ہوتے ۱/۴ ۱ کلوگرام (۳/۴ ۲ پونڈ) تک ہوتے ہیں۔ ویٹ لفٹنگ کے مقابلے چار مربع میٹر کے پلیٹ فارم پر ہوتے ہیں۔ اور اگر وزن اٹھاتے کے دوران کوئی اس پلیٹ فارم سے نیچے آجائے تو اس کو مقابلے سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ وزن کیسے اٹھایا جاتا ہے۔ ذرا تصوّر کیجیے، اس وزن کو اٹھانے کا جو ہمارے وزن کے برابر ہو! لیکن پیشہ ور اپنے جسم سے دوگنا وزن آسانی سے اُٹھا لیتے ہیں۔

۱۹۷۲ء کے اولمپک گیمس تک تین طرح سے وزن اُٹھایا جاتا تھا:

1. THE PRESS 2- THE SNATCH 3- THE CLEAN & JERK

لیکن اب صرف دوسرے اور تیسرے طریقے سے وزن اٹھایا جاتا ہے۔ ہر لفٹ میں تین موقعے دیئے جاتے ہیں۔ جو سب میں زیادہ وزن اُٹھاتا ہے اس کو سونے کا تمغہ دیا جاتا ہے اور اگر دو وزن اٹھانے والے برابر وزن اٹھائیں تو فیصلہ اس کے حق میں ہوگا جس کے جسم کا وزن کم ہوگا۔ ہر لفٹ کے لیے دو منٹ کا وقت دیا جاتا ہے۔ لفٹ کے دوران کمر پر ایک بلٹ باندھا جاسکتا ہے لیکن اس کی چوڑائی دس سنٹی میٹر سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔

اسنیاچ (SNATCH) میں بار کو اس طرح پکڑا جاتا ہے کہ ہتھیلی نیچے کی طرف ہو اور دونوں ہاتھوں کے درمیان ۲۸ انچ کا فاصلہ ہو۔ اور وزن کو فرش سے سر کے اوپر وہاں تک لے جایا جاتا ہے جہاں تک دونوں ہاتھ جاسکیں۔ اسنیاچ میں گھٹنوں کو موڑنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ وزن اٹھانے کے دوران پاؤں صرف فرش کو چھونا چاہیے۔ وزن اٹھانے والا جب باربل اٹھائے تو وہ اس وقت تک وزن کو اٹھائے سیدھا کھڑا رہے جب تک کہ ریفری باربل نیچے لانے کا اشارہ نہ کرے۔ باربل کو آہستگی سے فرش پر رکھنا چاہیے۔ اگر اس کو پٹک دیا جائے تو

پائنٹ کم کر دیے جاتے ہیں۔

کلین اور جرک (CLEAN & JERK.) میں بھی بار بل کو اس طرح پکڑا جاتا ہے کہ ہتھیلی نیچے کی طرف ہو اور دونوں ہاتھوں کے درمیان ۳۰ ر انچ کا فاصلہ ہو اور پھر اس کو کندھوں تک اٹھایا جاتا ہے۔ اس دوران پاؤں کو موڑا جا سکتا ہے۔ بار بل کو سینے اور بازوؤں کے اوپری حصہ پر روکا جا سکتا ہے۔ اس لفٹ کا دوسرا حصہ جرک (JERK) ہوتا ہے جس میں وزن اٹھانے والا ٹانگوں کو موڑتا ہے اور پھر بار بل کو سر کے اوپر لے جاتا ہے اور وزن کو سہارے ہوئے پاؤں اپنی اصلی جگہ پر ملا لیتا ہے۔ پھر ریفری کے اشارے پر بار بل کو آہستہ سے نیچے رکھا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس لفٹ میں پہلے بار بل کو کندھوں تک اٹھایا جاتا ہے اس لفٹ میں پاؤں یا جسم کی حرکت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ ان مقابلوں میں ہار جیت کا فیصلہ کرنے کے لیے دونوں لفٹ کے وزن کو جمع کیا جاتا ہے۔

اولمپک گیمس میں ویٹ لفٹنگ کے مقابلوں میں ہر ملک جملہ ۹ کھلاڑی شریک کروا سکتا ہے۔ وزن کے ہر زمرے میں زیادہ سے زیادہ دو۔ وزن کے حساب سے ویٹ لفٹنگ کے مقابلوں کے ۹ زمرے بنائے گئے ہیں :۔

فلائی ویٹ : ۵۲ کلوگرام / ۱۱۴½ پونڈ۔

بیانٹم ویٹ : ۵۶ کلوگرام / ۱۲۳¼ پونڈ۔

فیدر ویٹ : ۶۰ کلوگرام / ۱۳۲¼ پونڈ۔

لائٹ ویٹ : ۶۷٫۵ کلوگرام / ۱۴۸¾ پونڈ۔

میڈل ویٹ : ۷۵ کلوگرام / ۱۶۵¼ پونڈ۔

لائٹ ہیوی ویٹ : ۸۲٫۵ کلوگرام / ۱۸۱¾ پونڈ۔

میڈل ہیوی دیٹ : ۹۰ کلوگرام / ۱۹۸¼ پونڈ۔

ہیوی ویٹ : ۱۱۰ کلوگرام / ۲۴۲½ پونڈ۔

اور سوپر ہیوی ویٹ : ۱۱۰ کلوگرام (۲۴۲½ پونڈ) سے زائد۔

۲۶۴ پونڈ وزن والے ایک امریکی پال انڈرسن نے ۶٫۲۷۰ پونڈ وزن اٹھایا تھا جو سب سے زیادہ وزن اٹھانے والا پہلا انسان تھا۔ (یاد رہے کہ سب سے زیادہ وزنی موٹر کار رولس رائس فانٹم ۶ کا وزن ۵٫۶۰۰ پونڈ ہوتا ہے)۔ ایک امریکی عورت جورنفائن بلاٹ نے ۱۵؍اپریل ۱۸۹۵ء میں، نیوجرسی میں ۳٫۵۶۴ پونڈ وزن اٹھایا تھا!

کہتے ہیں کہ ایک حواس باختہ امریکی عورت مسز میکسول راجرس نے ۳٫۶۰۰ پونڈ وزنی موٹر کار کو ایک طرف سے اٹھایا تھا جب کہ اس کا لڑکا جیک (موٹر کو سہارنے کا آلہ)

کے کھسک جانے کی وجہ سے موٹر کے نیچے دب گیا تھا۔ اس عورت کا بہ ظاہر بال تک بیکا نہ ہوا تھا، البتہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں تڑخ آگئی تھی!!

تیر اندازی

تیر اندازی ایک دلچسپ تفریحی کھیل ہے۔ اور یہ شاید انسان کا سب میں پرانا مشغلہ بھی ہے۔ کوئی مورخ تیر اور کمان کی ایجاد کے بارے میں صحیح طور پر نہ بتلا سکا۔ لیکن مشرق کے بارے میں معلومات رکھنے والوں کا خیال ہے کہ پانچ ہزار سال قبل چین اور جاپان میں تیر کمان استعمال ہوتے تھے۔ سچ پوچھیے تو تیر اندازی کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کہ انسان نے خونخوار درندوں اور جنگلی جانوروں سے بچاؤ کے لیے پتھر کے تیروں کا استعمال شروع کیا۔ تاریخ کے ابتدائی دور میں پتھر کے تیر، برف تلے دبے ہوئے جانوروں کے سینوں میں پیوست پائے گئے۔ ایسی دنیا میں جہاں خونخوار جانور کثرت سے بستے تھے تیر اور کمان نے انسان کی حفاظت میں بے شک بڑی مدد دی۔

تیر اور کمان کی ایجاد، آگ کی پیدائش اور پہیہ کی ایجاد کا تقریباً

ایک ہی زمانہ تصور کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مصریوں نے تیر و کمان ایجاد کی تھی۔ مصری کمان پانچ فٹ اونچی ہوتی تھی اور تیر تقریباً ۳۰ انچ لمبے ہوتے تھے جن کی نوک کانسہ کی ہوتی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں ایرانیوں کے کم فاصلہ والے ہتھیاروں کے مقابلہ میں مصریوں نے دور پھینکے جانے والے تیروں سے برتری حاصل کی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ چنگیز خاں کے گھوڑ سوار تیر انداز بھی اپنے دشمنوں کا آسانی سے صفایا کر پاسکے تھے۔

پرانے زمانے میں انگلستان کو بھی اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں تیر اور کمان پر بھروسہ کرنا پڑا تھا۔ ۱۶۷۶ء میں شاہ چارلس دوم کی سرپرستی کی وجہ سے تیر اندازی انگریزوں کا ایک قومی کھیل بن گیا۔

امریکہ میں تیر اندازی کی ابتدا ۱۸۲۸ء میں ہوئی لیکن پچاس سال بعد ۱۸۷۸ء میں یہ کھیل بہت مقبول ہوا۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۲۰ء تک اولمپک گیمس میں تیر اندازی ایک پسندیدہ کھیل تھا۔ ۱۹۰۴ء کے اولمپک کھیلوں میں امریکہ نے مردوں، عورتوں کی ٹیموں کے دو دو مقابلے، یعنی اس طرح تیر اندازی کے سارے چھ انعام جیتے تھے۔

۱۹۲۰ء کے اولمپک کھیلوں میں سات ملکوں نے تیر اندازی کے ۳۲ مقابلوں میں حصہ لیا تھا۔ اس وقت بلجیم نے ۴ مقابلوں میں کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک طویل عرصہ کے بعد ۱۹۷۲ء میں میونخ (مغربی جرمنی)

کے اولمپک گیمس میں تیر اندازی کو دوبارہ شامل کیا گیا۔

تیر اندازی کے مقابلے ایک عام آدمی کے پلّے نہیں پڑتے! یہ بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں۔ چاندماری (BULL'S EYE) کا نشانہ قطر میں پانچ انچ کا ہوتا ہے جس کے دس نشانات ہوتے ہیں۔ اس کے اطراف سنہرے رنگ کے دائرے کا قطر ۹/۶ انچ ہوتا ہے جس کے ۹ نشانات ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سرخ رنگ کے دو دائرے ہوتے ہیں۔ اندرونی جانب کے ۸ نشانات ہوتے ہیں اور بیرونی جانب کے ۷ نشانات۔ اس کے بعد نیلے، کالے اور سفید رنگ کے دو، دو دائرے ہوتے ہیں جن کے ترتیب وار ۶ اور ۵، ۴ اور ۳ اور ۲، اور ایک نشانات ہوتے ہیں۔ یعنی سب سے چھوٹے دائرے کے دس نشانات اور سب سے بڑے دائرے کا ایک نشان۔

اولمپک گیمس میں مردوں کے مقابلے میں ہر تیر انداز کو ۹۰، ۷۰، ۵۰ اور ۳۰ میٹر کے فاصلے سے ۷۲ تیر چلانے پڑتے ہیں۔ اگر ہر تیر ٹھیک سے نشانہ پر لگے تو اس کے دس نشانات ملتے ہیں۔ اور اس طرح جملہ ۲۸۸۰ نشانات ہوتے ہیں۔

اور اسی طرح عورتوں کے مقابلے میں ہر تیر انداز کو ۷۰، ۶۰، ۵۰ اور ۳۰ میٹر کے فاصلے سے ۷۲ تیر چلانے پڑتے ہیں۔ (۹۰ اور ۷۰ میٹر

طویل فاصلے کے لیے معیاری نشانہ ۱۲۲ سنٹی میٹر کا ہوتا ہے۔ اور کم فاصلہ کے لیے معیاری نشانہ ۸۰ سنٹی میٹر کا ہوتا ہے۔) اگر کوئی تیر انداز سارے ۷۲ تیر صحیح نشانہ پر لگائے تو اس کو صد فی صد یعنی ۲۸۸۰ نشانات مل سکتے ہیں!

آج کی تیز رفتار زندگی میں تیر اندازی، اعصاب کی تسکین کے لیے یقیناً ایک مثالی تفریحی کھیل ہے۔

باکسنگ (مکّہ بازی)

باکسنگ کی تاریخ بہت پرانی ہے۔
سچ پوچھیے تو مکّہ بازی کی ابتدا اس زمانے میں ہو چکی تھی جب انسان نے خونخوار درندوں سے بچاؤ کے لیے پتھروں کا استعمال شروع کیا تھا۔ یوں بھی باکسنگ دنیا کا قدیم ترین کھیل سمجھا جاتا ہے۔ باکسنگ کا آغاز قدیم اولمپک گیمس سے پہلے ہو چکا تھا۔
کہتے ہیں کہ باکسنگ کی ایجاد کا سہرا ایتھنز (یونان) کے ایک بادشاہ کے بیٹے کے سر ہے۔ ۹۰۰ ق۔م کی بات ہے کہ یہ ولی عہد اپنا دل بہلانے کے لیے دو سپاہیوں کو آمنے سامنے مسطح پتھر پر بٹھا دیتا اور پھر ایک دوسرے پر مکّے برسانے کا حکم دیتا! مسلسل مکّہ بازی کے نتیجے میں کوئی ایک بے ہوش ہو کر گر جاتا تو اس گرے ہوئے سپاہی کو اس وقت تک مکّے مارے جاتے کہ وہ دم توڑ دیتا! اس سے پتہ چلتا ہے

کہ باکسنگ ابتدا میں ایک وحشیانہ اور خطرناک کھیل تھا۔ لیکن آج کل ہم جو باکسنگ دیکھتے ہیں وہ اس کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

باکسنگ کو پہلی مرتبہ ۶۸۸ ق۔م میں قدیم اولمپک میں باقاعدہ طور پر شامل کیا گیا تھا، لیکن اس زمانے میں یونانیوں کے ہاں مکّہ بازی کے کوئی اصول نہیں تھے۔ مثال کے طور پر گھنٹوں لڑائی کے بعد دونوں مکّہ باز اس قدر تھک جاتے تھے کہ مقابلہ جاری رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچتی تو ہر مکّہ باز کو ایک "فری پنچ" کا موقع دیا جاتا تھا۔ یعنی پہلے مکّے کے لیے قرعہ اندازی ہوتی تھی اور لازمی طور پر جس کو پہلا مکّہ مارنے کا موقع ملتا۔ اس کی جیت ہوتی تھی۔ اس زمانے میں باکسنگ کے مقابلے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا تھا بلکہ مکّہ بازی اس وقت تک جاری رہتی جب تک کہ کوئی مکّہ باز ہاتھ اٹھا کر اپنی ہار نہ مان لے! بڑے مزے کی بات ہے کہ یہی طریقہ آج کل جیتنے والوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اُن دنوں دونوں مکّہ بازوں یا ایک مکّہ باز کی موت ایک عام بات تھی!

سلطنتِ روم کے زوال کے بعد باکسنگ کئی صدیوں تک غائب رہی۔ پھر اچانک ۱۷ویں صدی میں انگلستان میں اس کی ابتدا ہوئی۔ سو سال گزرنے کے بعد اس کے باقاعدہ قوانین بنائے گئے۔ دستانوں کا استعمال، تین منٹ کا ایک راؤنڈ، ہر دو راؤنڈ کے درمیان ایک

منٹ کا وقفہ، ہر ناک ڈاؤن کے بعد دس سکنڈ کی گنتی ۱۴۴ مربع فٹ کا رنگ وغیرہ۔ آگے چل کر رنگ ۲۰۰ مربع فٹ (۹۶ء۶ مربع میٹر) کر دیا گیا۔

قدیم اولمپک گیمس میں بھی باکسنگ شامل تھی لیکن اس کے قواعد مختلف تھے۔ ۱۹۰۴ء میں سینٹ لوئی (امریکہ) میں ہونے والے جدید اولمپک کھیلوں میں پہلی مرتبہ باکسنگ کے مقابلے شروع ہوئے۔ اولمپک گیمس میں باکسنگ کے مقابلے تین راؤنڈ کے ہوتے ہیں۔ ان میں ہار جیت کا فیصلہ ناک آؤٹ یا پائنٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ فائنل جیتنے والے مکّہ باز کو سونے کا تمغہ، ہارنے والے کو چاندی کا تمغہ اور سیمی فائنل میں ہارنے والوں کو کانسے کے تمغے دیے جاتے ہیں۔ اولمپک کھیلوں میں باکسنگ کے مقابلے ۲۰ پائنٹ کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ یعنی ہر راؤنڈ کے لیے ۲۰ پائنٹ مقرر کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر ایک راؤنڈ برابری پر ختم ہو تو دونوں مکّہ بازوں کو ۲۰ پائنٹ دیے جاتے ہیں اور اگر کسی مکّہ باز کو کسی راؤنڈ میں ۱۵ پائنٹ سے کم ملیں تو جج یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مقابلے کا اہل نہیں ہے۔ اور ریفری سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مقابلے کو روک دے۔ ہر غلطی پر مکّہ بازوں کے دو پائنٹ کاٹ دیے جاتے ہیں۔ ہر مقابلے کی نگرانی کے لیے ۵ جج اور ایک ریفری، غیر جانبدار ملکوں سے لیے جاتے

ہیں یعنی ان کا تعلق مکّہ بازوں کے ملک سے نہیں ہوتا۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ناک آؤٹ سے کوئی مکّہ باز جیت جاتا ہے لیکن دراصل ہار جیت کا فیصلہ پائنٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اگر مقابلے کے دوران کوئی مکّہ باز زخمی ہو جائے اور ۸ سکنڈ کی گنتی کے بعد ریفری یہ محسوس کرے کہ مقابلہ جاری رکھا جا سکتا ہے تو مقابلہ جاری رہتا ہے ورنہ دس کی گنتی کے بعد ہار جیت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے کھیلوں کی طرح باکسنگ کے بھی کچھ قاعدے قانون ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ باکسنگ میں من مانے طور پر مکّے چلائے جا سکتے ہیں! سچ پوچھئے تو باکسنگ ایک پیچیدہ جسمانی کھیل ہے۔

ابتدا میں نہ تو ہر دور راؤنڈ کے درمیان وقفہ ہوتا تھا اور نہ ہی وزن کے حساب سے مکّہ بازوں کے گروپ بنائے گئے تھے۔

۱۹۶۸ء میں میکسیکو اولمپک گیمس میں وزن کے اعتبار سے مکّہ بازوں کے ۱۱ گروپ بنائے گئے:

لائٹ فلائی ویٹ	:	۴۸ کلوگرام تک
بانٹم ویٹ	:	۵۱ تا ۵۴ کلوگرام
لائٹ ویٹ	:	۵۷ تا ۶۰ کلوگرام
ویلٹر ویٹ	:	۶۳٫۵ تا ۶۷ کلوگرام

مڈل ویٹ	۷۱ تا ۷۵ کلوگرام
فلائی ویٹ	۴۸ تا ۵۱ کلوگرام
فیدر ویٹ	۵۴ تا ۵۷ کلوگرام
لائٹ ویلٹر ویٹ	۶۰ تا ۶۳٫۵ کلوگرام
لائٹ مڈل ویٹ	۶۷ تا ۷۱ کلوگرام
لائٹ ہیوی ویٹ	۷۵ تا ۸۱ کلوگرام
ہیوی ویٹ	۸۱ کلوگرام سے زائد

اولمپک گیمس کے مقابلوں میں ہر ملک، ہر وزن کے گروپ میں ایک مکّہ باز بھیج سکتا ہے۔ مقابلہ سے پہلے باکسنگ کے لباس (جوتے اور نیکر) میں مکّہ بازوں کا وزن کیا جاتا ہے۔ دستانوں کا وزن ۸ اونس ہوتا ہے۔

آئیے اب ہم باکسنگ کے تاریخی مقابلوں پر ایک نظر ڈالیں:

۱۸۵۶ء میں بغیر دستانوں کے باکسنگ کا طویل ترین مقابلہ ¼۶ گھنٹے تک ملبورن (آسٹریلیا) میں ہوا تھا۔ دستانوں کے ساتھ سب سے طویل مقابلہ (۱۱۰) راؤنڈ ۱۸۹۳ء میں نیو آرلینس (امریکہ) میں ۷ گھنٹے ۱۹ منٹ (رات ¼۹ بجے سے صبح ۴:۳۴ بجے تک) ہوا تھا۔ لیکن آخر میں یہ مقابلہ ہار جیت کے بغیر ختم ہوگیا۔ کیونکہ دونوں مکّہ باز اتنے بے دم ہو چکے تھے کہ مقابلہ کو جاری نہ رکھ سکے! باکسنگ کا سب سے زیادہ

یعنی ۲۷۸ راؤنڈ والا مقابلہ ۱۸۲۵ء میں چیس شائر (انگلستان) میں ہوا تھا جو ۴½ گھنٹے تک جاری رہا۔ ۱۹۵۲ء میں سب سے کم وقت کا مقابلہ پامرسٹن (نیوزی لینڈ) میں ہوا تھا پہلے ہی مکّہ میں مدِ مقابل نیچے آرہا! اور ریفری نے ۷ سکنڈ کی گنتی پر مقابلہ کو رکوا دیا!

دنیا کا سب میں اونچا اور سب سے وزنی مکّہ باز (۱۹۲۵ء میں رومانیہ کا جیو جا میٹو تھا' اس کا قد سات فٹ چار انچ اور وزن ۳۲۷ پونڈ تھا۔



مکّہ بازی کی تاریخ میں محمد علی کلے وہ پہلا مکّہ باز ہے جس نے تیسری مرتبہ عالمی چمپین شپ حاصل کیا تھا۔

مکّہ بازی کی تاریخ میں محمد علی کلے وہ پہلا مکّہ باز ہے جس نے تیسری

مرتبہ عالمی چمپین شپ حاصل کیا تھا۔ اور پیشہ ورانہ مقابلوں میں ۱۹۷۱ء میں شہر نیویارک میں ۱۵ راؤنڈ کے ایک مقابلے میں سب سے زیادہ معاوضہ یعنی پچیس لاکھ ڈالر محمد علی کلے کو پیش کیے گئے تھے!

جدید پنچگانہ کھیل

قدیم یونان میں ۷۰۸ ویں اولمپک گیمس کے بعد یونانیوں نے ایک ایسے کھیل کو مقابلوں میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا جس میں کھلاڑی کو اپنے سارے جوہر دکھانے کا موقع ملے۔ اس طرح ۷۰۸ ق.م میں پہلی مرتبہ پنچگانہ کھیل شروع کیے گئے۔ اس وقت لانگ جمپ، ڈسکس، جویلن، دوڑ اور کشتی، پنچگانہ کھیل میں شامل تھے۔ چونکہ آج بھی اولمپک مقابلوں میں پانچ کھیل شامل ہوتے ہیں اس لیے انھیں "پنٹاتھالان" یعنی پنچگانہ کھیل کہا جاتا ہے۔

جدید اولمپک گیمس کے بانی کوبرٹن کی کوششوں سے جدید پنچگانہ کھیل ۱۹۱۲ء میں اسٹاکھوم (سویڈن) میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں پہلی مرتبہ شریک کیے گئے۔ جدید پنچگانہ کھیل میں گھوڑ دوڑ، شمشیر زنی، نشانہ بازی، تیراکی اور دوڑ شامل ہے۔ یہ پانچ کھیل پانچ دن میں کھیلے جاتے ہیں۔ پہلے دن گھوڑے کی دوڑ، دوسرے دن شمشیر زنی، تیسرے دن نشانہ

بازی، چوتھے دن تیراکی اور پانچویں یعنی آخری دن کراس کنٹری دوڑ ! یہ پانچوں مقابلے، پانچ دن میں، پانچ الگ الگ مقامات پر ہوتے ہیں۔

جدید پنچگانہ کھیل اولمپک گیمس کا مشکل ترین مقابلہ ہوتا ہے۔اس مقابلہ میں کھلاڑی کے لیے پانچ کھیلوں میں مہارت ضروری ہے ! وہ گھوڑ دوڑ میں ماہر ہو، نشانہ بازی میں استاد ہو، تیراکی میں مشاق ہو، شمشیرزنی میں طاق ہو اور لمبی دوڑ کا دم سانس رکھتا ہو! دراصل جدید پنچگانہ کھیل ایک طرح سے فوجی تربیت کی بدلی ہوئی شکل ہے۔

جدید پنچگانہ کھیل میں ہر کھیل کے ایک ہزار پائنٹ ہوتے ہیں - پانچ ہزار میٹر کی اسٹیپسل چیز گھوڑ دوڑ (اب یہ فاصلہ گھٹا کر ۱۵۰۰ میٹر کر دیا گیا ہے) تیراکی اور کراس کنٹری دوڑ کے لیے ایک مقررہ وقت دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی کھلاڑی مقررہ وقت میں مقابلے کو پورا کر پاتا ہے تو اسے ہر کھیل کے لیے ایک ہزار پائنٹ ملتے ہیں ورنہ پائنٹ کاٹ لیے جاتے ہیں - اسی لیے نشانہ بازی میں ایک مقررہ اسکور پر پورے پائنٹ دیے جاتے ہیں۔ نشانہ بازی میں ۲۵ میٹر کے فاصلے سے پانچ پانچ صحیح شاٹ کے چار راؤنڈ چلانے پڑتے ہیں تب کہیں جا کر ایک ہزار پائنٹ ملتے ہیں۔ اسی طرح تیراکی میں ۳۰۰ میٹر کا فاصلہ فری اسٹائل سے ۴ منٹ میں طے کرنا پڑتا ہے تب ہزار پائنٹ دیے جاتے ہیں۔آخری مرحلہ

چار ہزار میٹر (تقریباً ۲½ میل) کی کراس کنٹری دوڑ کا ہوتا ہے۔ اس فاصلے کو ٹیڑھے میڑھے راستوں سے ۱۵ منٹ میں طے کرنا پڑتا ہے ورنہ ہزار پائنٹ نہیں ملتے۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۶۰ء تک اولمپک گیمس کے جدید پنجگانہ کھیل میں سویڈن کا پلڑ بھاری رہا، البتہ ۱۹۳۶ء میں جرمنی بازی لے گیا تھا۔ اور پھر ۱۹۵۶ء کے اولمپک کھیلوں میں روس اول، امریکہ دوم اور فن لینڈ سوم تھا۔ ۱۹۶۸ء کے اولمپک گیمس میں جدید پنجگانہ کھیل کے مقابلے میں ۱۹ ملکوں کے ۶۱ کھلاڑیوں نے حصہ لیا تھا۔ ۱۹۷۲ء کے اولمپک کھیلوں میں روس کو سونے کا، ہنگری کو چاندی کا، اور فن لینڈ کو کانسہ کا تمغہ ملا۔

جدید پنجگانہ کھیل، اولمپک گیمس کا سب میں مشکل ترین لیکن دلچسپ ترین مقابلہ ہوتا ہے چار ہزار میٹر کی دوڑ میں وقت سے پہلے یہ نہیں بتلایا جاتا کہ کہاں اور کن حالات میں یہ دوڑ ہوگی! ۱۵۰۰ میٹر کی گھوڑ دوڑ کے لیے گھوڑے قرعہ اندازی کے بعد دیے جاتے ہیں!! اس میں قسمت کو بڑا دخل ہوتا ہے اور اس طرح سوار سے زیادہ سواری کی اہمیت ہوتی ہے۔

ہینڈ بال

اگر کوئی شخص واٹر پولو اور باسکٹ بال دیکھنا پسند کرتا ہے تو وہ یقیناً ہینڈ بال بھی شوق سے دیکھے گا۔ لیکن غور سے دیکھا جائے تو ہینڈ بال دراصل فٹ بال اور باسکٹ بال کا مرکب ہے۔

ہینڈ بال پہلی مرتبہ ۱۸۹۵ء میں کھیلا گیا تھا۔ وہ پھر ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں یورپ میں نمودار ہوا۔ اور خاص طور پر جرمنی اور اسکنڈی نیویا کے ممالک میں پروان چڑھا۔ پھر ۱۹۲۴ء میں عالمی ہنیڈ بال فیڈریشن نے اس کھیل کے کچھ اصول بنائے۔ دوسری جنگ سے واپس ہونے والے فوجی اسے اپنے ساتھ امریکہ لے گئے۔ ۱۹۷۰ء تک ۱۴ ملک عالمی ہینڈ بال فیڈریشن کے رکن بن چکے تھے۔ اور آج ہینڈ بال ۶۰ سے زاید ملکوں میں کھیلا جاتا ہے۔

۱۹۵۲ء سے پہلے ہینڈ بال چار دیواری سے باہر کھلی ہوا میں

کھیلا جاتا تھا۔ اس وقت ہر ٹیم میں گیارہ کھلاڑی ہوتے تھے اور اس کا میدان ۱۰۰ گز لمبا اور ۶۵ گز چوڑا ہوتا تھا اور گول کی اونچائی ۸ فٹ اور چوڑائی ۲۴ فٹ ہوتی تھی۔ لیکن اولمپک گیمس میں ہینڈ بال چار دیواری کے اندر چھت کے نیچے کھیلا جاتا ہے اسی لیے اس کے کورٹ کی لمبائی ۱۴۰ فٹ اور چوڑائی ۶۵ فٹ ہوتی ہے۔ اس کا گول ۷ فٹ اونچا اور دس فٹ چوڑا ہوتا ہے۔ ہر ٹیم میں ۷ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ کھیل میں گھٹنوں سے اوپر جسم کا کوئی بھی حصّہ استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہاتھ ہی زیادہ کام میں آتے ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک طرح سے فٹ بال کی ضد ہے!

ہینڈ بال کے گیند کی گولائی ۲۳ انچ ہوتی ہے، یعنی والی بال کے گولے سے قدرے چھوٹا ہوتا ہے ہینڈ بال صرف ہتھیلی سے کھیلا جا سکتا ہے۔ مُٹھی یا مُکّہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کوئی کھلاڑی گیند کو ۳ سکنڈ سے زیادہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ وہ گیند کو لے کر تین قدم سے زیادہ حرکت نہیں کر سکتا۔ ہینڈ بال برف کی ہاکی کی طرح خطرناک کھیل ہے جس میں گیند ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کرتی ہے۔ ہینڈ بال کے کھیلنے کا طریقہ بالکل باسکٹ بال جیسا ہوتا ہے لیکن اس کھیل کا اندازہ فُٹ بال اور ہاکی سے ملتا جلتا ہے۔

۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان ہینڈ بال کو ایک باقاعدہ کھیل بنانے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجہ میں گیارہ کھلاڑیوں کا کھیل شروع ہوا تھا لیکن آگے چل کر کھلاڑیوں کی تعداد ۷ کردی گئی۔

ہینڈ بال پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں برلن (جرمنی) کے اولمپک گیمس میں کھیلا گیا جس میں جرمنی نے سونے کا تمغہ، آسٹریلیا نے چاندی کا تمغہ اور سوئٹزرلینڈ نے کانسے کا تمغہ حاصل کیا۔ اولمپک کھیل میں جرمنی کی جیت کی وجہ سے ہینڈ بال نے جرمنی میں قومی کھیل کی صورت اختیار کرلی۔

ہینڈ بال کا سب سے پہلا بین الاقوامی مقابلہ ۸/ مارچ ۱۹۳۵ء کو ہوا تھا جس کے فائنل میچ میں سویڈن نے ڈنمارک کو ہرایا تھا پھر ہینڈ بال کے عالمی چمپین شپ کی ابتدا نیویارک میں اکتوبر ۱۹۶۴ء میں ہوئی جس میں آسٹریلیا، کناڈا، آئرلینڈ، میکسیکو اور امریکہ نے حصّہ لیا تھا۔ امریکہ نے کناڈا کو فائنل میں ہرایا تھا۔

۱۹۷۲ء میں میونخ (مغربی جرمنی) کے اولمپک گیمس میں یوگوسلاویہ نے ۱۶ گول کے مقابلہ میں ۲۱ گول بنا کر چیکوسلواکیہ کو ہرا کر سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ رومانیہ کو کانسے کا تمغہ ملا۔ امریکہ چھٹے نمبر پر تھا۔ ۱۹۷۶ء میں مانٹریال اولمپک کھیلوں میں، مردوں کے ہینڈ بال کے مقابلوں میں روس اوّل، رومانیہ دوم اور پولینڈ سوم۔ ۱۹۷۶ء میں پہلی مرتبہ

اولمپک گیمس میں عورتوں کے ہینڈ بال کے مقابلے شروع ہوئے ——
جن میں روس اول، مشرقی جرمنی دوم اور ہنگری سوم آئے۔
۱۹۸۰ء میں ماسکو اولمپک کھیلوں میں مردوں کے ہینڈ بال میں مشرقی جرمنی بازی لے گیا اور عورتوں کے مقابلوں میں روس کو برتری رہی حاصل رہی۔ ۱۹۸۴ء میں لاس اینجلز اولمپک گیمس میں مردوں اور عورتوں کے ہینڈ بال کے فائنل میچ یوگوسلاویہ نے جیتے۔

بادبانی کشتی رانی

کہتے ہیں انسان بارش برسا سکتا ہے لیکن ہواؤں کو قابو میں نہیں رکھ سکتا! بادبانی کشتی رانی دراصل ہواؤں کو قابو میں رکھنے کا فن ہے۔ کھیل کے طور پر بادبانی کشتی رانی کی ابتدا ۱۷ ویں صدی میں ہوئی۔ ۱۶۴۹ء میں جب انگلستان کے بادشاہ چارلس اول کا سر قلم کر دیا گیا اور آلیور کراموِل نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تو چارلس دوم نے ایک بڑی بادبانی کشتی میں ہالینڈ کو راہ فرار اختیار کی اور وہاں پناہ لی۔ جب چارلس دوم جلاوطنی سے واپس آنے لگا تو اس کے ولندیزی میزبانوں نے اُسے ایک بادبانی جہاز تحفہ میں دیا جسے وہ اپنے ساتھ انگلستان لے آیا اور وہاں اس کا نام "یاچ" رکھا گیا۔ چونکہ بادشاہ کو اس قسم کے بادبانی جہاز پسند تھے اس لیے وہ سارے ملک میں مقبول ہو گئے۔

بادبانی کشتی کی پہلی شرط کی دوڑ (جس کا فاصلہ ۲۳ میل تھا) یکم ستمبر ۱۶۶۱ء کو انگلستان کے بادشاہ چارلس دوم اور اس کے بھائی ڈیوک آف یارک کے درمیان دریائے ٹھیمس پر ہوئی تھی جس پر ۱۰۰ پونڈ کی شرط لگی تھی!

۱۷۲۰ء میں انگلستان میں بادبانی کشتی رانی کا پہلا کلب قائم ہوا تھا۔ امریکہ میں بادبانی کشتی رانی کی ابتدا ۱۸۱۱ء میں ہوئی اس کے ۴۰ سال بعد بین الاقوامی بادبانی کشتی رانی شروع ہوئی جب کہ ۱۰۰ ٹن وزنی جہاز "امریکہ" بحر اوقیانوس پار کر کے ۶۰ میل کی دوڑ میں شریک ہونے کے لیے انگلستان گیا۔ اور جس میں وہ جیت گیا۔ بادبانی کشتی رانی کے بین الاقوامی مقابلے ۱۸۵۱ء میں شروع ہوئے جو ۱۹۳۷ء تک جاری رہے جس میں انگلستان، امریکہ اور کناڈا کے کئی باشندوں نے حصّہ لیا۔

۱۹۰۴ء میں بادبانی کشتی رانی کے مقابلوں کے لیے چند اُصول بنائے گئے جن سے جرمنی، فرانس اور انگلستان نے اتّفاق کیا تھا۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیان دوبارہ بین الاقوامی قانون بنائے گئے۔

۱۹۰۰ء میں پیرس کے اولمپک گیمس میں بادبانی کشتی رانی کے

مقابلے رکھے نگئے تھے جن میں فرانس کی جیت ہوئی۔ سوئٹزرلینڈ کو چاندی کا تمغہ ملا۔ ان کھیلوں میں صرف ۶ میٹر، ۸ میٹر اور ۲ ٹن اور ۱۰ ٹن کی کشتیاں مقابلوں میں شریک کی گئی تھیں۔

اولمپک کھیلوں میں بادبانی کشتی رانی کے مقابلوں میں ہر روز گیارہ میل کی ایک دوڑ ہوتی ہے۔ جس میں تقریباً ۲ گھنٹے لگ جاتے ہیں بشرطیکہ ہوا موافق ہو۔ کشتی کی جسامت اور کشتی رانوں کی تعداد کے لحاظ سے چھ زمرے بنائے جاتے ہیں۔ ہر ملک ہر زمرے میں ایک کشتی شریک کرواسکتا ہے۔ ہر کشتی سات دوڑوں میں حصّہ لیتی ہے۔ کم سے کم نشانات حاصل کرنا کامیابی کی علامت سمجھی جاتی ہے! صفر نشانات حاصل کرنے والے کو پہلا انعام ملتا ہے!!

۱۹۰۴ء کے اولمپک گیمس میں بادبانی کشتی رانی کے مقابلے نہیں رکھے گئے کیونکہ سینٹ لوئی (امریکہ) کے قریب کوئی جھیل یا سمندر نہیں تھا۔

۱۹۰۸ء میں لندن کے اولمپک کھیلوں میں بادبانی کشتی رانی کے مقابلے شامل تھے جس میں انگلستان کی جیت ہوئی۔ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۴ء کے اولمپک گیمس میں ناروے کا پلّہ بھاری رہا۔ ۱۹۲۸ء میں فرانس

اور ۱۹۲۶ء میں جرمنی بازی لے گیا۔ ۱۹۵۲ اور ۱۹۶۰ء میں ڈنمارک نے سونے کے تمغے حاصل کیے۔ ۱۹۶۴ء (ٹوکیو) اور ۱۹۶۸ء (میکسیکو) کے اولمپک گیمس میں امریکہ سبقت لے گیا۔

بادبانی کشتی رانی کی سب سے طویل ریس (۱۷۵ میل) اب بھی ہر سال پابندی سے ہوتی ہے۔ بادبانی کشتی رانی بھی گھوڑ سواری کی طرح ایک کھیل ہے جس میں سوار، سواری سے تیز نہیں ہوتا!

گھوڑسواری کے کھیل

گھوڑا انسان کا بہت پرانا ساتھی ہے۔ جہاں بھی انسان نے اپنے قدموں کے نشان چھوڑے ہیں وہاں گھوڑوں کے سُم سے نشان ضرور ملیں گے! اولمپک گیمس میں صرف دو مقابلے ایسے ہوتے ہیں جس میں انسان اور جانور کا ساتھ ہوتا ہے —— یہ گھوڑسواری کے کھیل اور گھوڑدوڑ ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک آدمی گھوڑے کی پیٹھ پر نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس کو بار برداری کے لیے استعمال کرتا تھا۔ پہلا گھوڑسواری کا کھیل چار گھوڑوں والی رتھ کی دوڑ تھی۔

۶۸۰ ق۔م تک گھوڑا قدیم اولمپک گیمس میں شامل نہیں ہوا تھا۔ ۶۴۸ ق م کے ۳۳ ویں قدیم اولمپک کھیلوں میں سوار کے ساتھ گھوڑے کی دوڑ شروع ہوئی جس میں سوار بغیر زین کے گھوڑے پر

سواری کرتا تھا۔ اولمپک گیمس میں انعامات سواروں کی بجائے گھوڑوں اور گھوڑوں کے مالکوں کو دیے جاتے تھے۔ یہ ایک حد تک درست بھی تھا! سچ پوچھیے تو گھوڑا ہی انعام کا حق دار ہوتا تھا!!

گھوڑوں کی دیکھ بھال، نقل و حمل اور دوسرے انتظامی دشواریوں کی وجہ سے ۱۸۹۶ء کے پہلے جدید اولمپک گیمس میں گھوڑ سواری کے مقابلے شریک نہیں کیے گئے حالانکہ یونانی اور فرانسیسی ان کو اولمپک کھیلوں میں شامل کرنے پر بہت زور دیتے رہے۔

۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۸ء تک اولمپک گیمس میں گھوڑ سواری کے مقابلوں کو شامل کرنے کے لیے زبردست احتجاج ہوا جس کے نتیجہ میں ۱۹۰۰ء کے اولمپک کھیلوں میں صرف "گھوڑا پولو" کو شریک کیا گیا تھا۔

اولمپک گیمس میں گھوڑ سواری کے مقابلے تین روزہ ہوتے ہیں۔ پہلے دن چھلانگ لگانے کا مقابلہ ہوتا ہے جس میں ۱۶ تا ۲۰ رکاوٹیں ۴۴ گز فی منٹ کے حساب سے پار کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے دن ۲۶ کلومیٹر (تقریباً ۲۰ میل) کی دوڑ ہوتی ہے۔ یہ ایک طرح سے سوار سے زیادہ گھوڑے کے لیے قوتِ برداشت کا امتحان ہوتا ہے! تیسرے دن گھوڑ سواری کے کرتب ہوتے ہیں جن کے لیے ۱۲ منٹ دیے جاتے ہیں۔ گھوڑ سواری کے مقابلے اولمپک گیمس کا واحد کھیل ہے

جس میں انسان کی کوشش کے ساتھ ایک جانور کی کوشش بھی شامل ہے ـــــ اور وہ ہے گھوڑا!

۱۹۱۲ء کے پانچویں جدید اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ گھوڑ سواری کے مقابلہ کو شریک کیا گیا تھا۔ جس میں سویڈن، جرمنی، ڈنمارک، انگلستان، فرانس اور روس نے حصّہ لیا تھا۔ سویڈن نے سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اس مرتبہ "گھوڑا پولو" کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔

۱۹۲۰ء کے ساتویں اولمپک کھیلوں میں بلجیم، ڈنمارک، امریکہ، فرانس، اٹلی، فن لینڈ اور سویڈن نے حصّہ لیا تھا۔ پھر کامیابی کا سہرا سویڈن کے سر رہا۔ مقابلے چھ دن تک ہوتے رہے۔ پولو کے فائنل میں انگلستان نے اسپین کو شکست دی۔

۱۹۲۴ء میں پیرس (فرانس) کے اولمپک گیمس میں ۱۸ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ سویڈن اول، ہالینڈ دوم اور سوئٹزرلینڈ سوم رہا۔ پولو میں ارجنٹائن اول، امریکہ دوم اور انگلستان سوم رہا۔

۱۹۲۸ء کے ۹ ویں اولمپک کھیلوں میں ۱۲ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ ہالینڈ اول آیا تھا۔ اس مرتبہ پولو کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔

۱۹۳۲ء کے اولمپک گیمس میں امریکہ نے پہلی مرتبہ کامیابی حاصل کی۔ ہالینڈ دوسرے نمبر پر تھا۔ اس بار پولو کا مقابلہ نہیں

ہوا کیوں کہ ۱۹۲۲ء میں عالمی مقابلہ، امریکہ اور ارجنٹائن کے درمیان ہوچکا تھا۔

۱۹۴۸ء کے مقابلوں میں امریکہ جیت گیا۔ ۱۹۵۲ء میں سویڈن پھر بازی لے گیا۔ ۱۹۳۶ء کے اولمپک گیمس میں جرمنی نے سونے کے چھ اور چاندی کا ایک تمغہ حاصل کیا تھا اور پھر ۱۹۶۰ء اور ۶۴ء میں بھی جرمنی کی جیت ہوئی۔

آئیے گھوڑ سواری کے عالمی ریکارڈ پر بھی ایک نظر ڈالیں:

چلی (جنوبی امریکہ) کے ایک گھوڑ سوار نے ۵ر فروری ۱۹۴۹ء کو ہائی جمپ (اونچی چھلانگ) میں ۸ فٹ ۱۱/۴ انچ کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔

۱۲ر نومبر ۱۹۵۱ء کو اسپین کے ایک گھوڑ سوار نے پانی کے اوپر سے ۲۷ فٹ ۲۳/۴ انچ کی لمبی چھلانگ (لانگ جمپ) لگائی تھی۔

۶ - ۸ جولائی ۱۹۷۲ء کے درمیان انگلستان کے ایک باشندے نے ۲۴ گھنٹے ۲۰ منٹ گھوڑے کی پیٹھ پر گزار کر سب میں طویل گھوڑسواری کا ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا!

اتھلیٹکس

(ٹریک اور میدانی کھیل)

ابتدا میں انسان بے شک سبزی خور ہوگا۔۔۔۔ اپنی غذا کے لیے جانوروں کا شکار کرنے کی کوشش میں وہ خود جنگلی جانوروں کا شکار ہو جاتا ہوگا۔ جنگلی جانور انسان کو اپنی غذا بنانے کے لیے اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہوں گے اور اس بھاگ دوڑ میں صرف تیز رفتار دوڑنے والا آدمی ہی ان کی چنگل سے بچ جاتا ہوگا! لیکن جانور اور آدمی کا کیا مقابلہ؟ آدمی زیادہ سے زیادہ ۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے جب کہ ایک چیتے کی رفتار فی گھنٹہ ساٹھ میل ہوتی ہے!

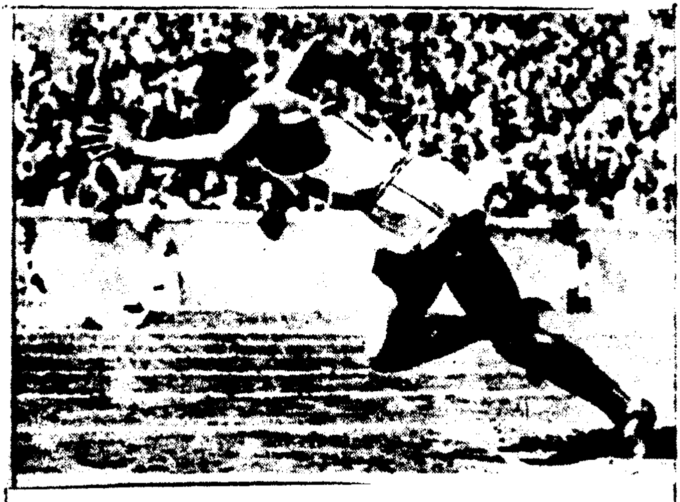
۷۷۶ ق م کے پہلے قدیم اولمپک گیمس میں دوڑنے اور جست لگانے کے مقابلے شامل تھے۔ دوڑ کا پہلا اولمپک چمپین ایک یونانی باورچی کوروبس تھا جس نے سب سے پہلے ۱۹۲٫۲۷ میٹر، (تقریباً

۱۰۲ گز) کی دوڑ لگائی تھی۔ ۷۰۸ ق م کے قدیم اولمپک کھیلوں میں نیزہ بازی اور لمبی چھلانگ کا اضافہ کیا گیا۔

۳۹۲ء میں قدیم اولمپک گیمس کے خاتمہ کے بعد تقریباً ، سو سال تک ٹریک اور میدانی کھیلوں کا کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا۔ البتہ ۱۲ ویں صدی میں انگریزوں نے دوڑ، لمبی چھلانگ جیسے دل بہلانے والے کھیل شروع کیے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں ٹریک اور میدانی کھیلوں کا پہلا مقابلہ آکسفورڈ یونیورسٹی اور کیمبرج یونیورسٹی کے درمیان ہوا تھا۔ پھر یہ کھیل بحرِ اوقیانوس پار کر کے امریکہ اور کناڈا پہنچ گئے اور ۱۸۸۸ء میں امریکہ میں پہلی اتھیلیٹک ایسوسی ایشن قائم ہوئی۔

۱۸۹۶ء کے پہلے جدید اولمپک گیمس میں ٹریک اور میدانی کھیلوں کے ۱۲ مقابلے شامل کیے گئے تھے۔ ۱۹۰۰ء کے اولمپک کھیلوں میں ۱٫۲۰۵ کھلاڑیوں نے حصّہ لیا تھا۔ لیکن ۱۹۰۴ء میں سینٹ لوئی (امریکہ) میں ہونے والے اولمپک گیمس میں لمبے سفر کے بھاری اخراجات کی وجہ سے یورپ کے کئی ممالک اپنے کھلاڑی نہیں بھیج سکے۔ اسی لیے جملہ ۷۵ تمغوں میں صرف ۵ تمغے امریکہ سے باہر کے کھلاڑی حاصل کر سکے۔ اس مرتبہ ایک دلچسپ بات یہ ہوئی کہ ۲۶ میل کی ماراتھان دوڑ میں حصّہ لینے والا امریکی دوڑ جیتنے کے باوجود انعام نہ پا سکا کیوں کہ اس نے دوڑ کا کچھ حصّہ موٹر کار سے طے

کیا تھا! البتہ ان کھیلوں میں ایک امریکی کھلاڑی نے ۱۰۰ میٹر کا فاصلہ ۱۱ سکنڈ میں اور ۲۰۰ میٹر کا فاصلہ ۲۱٫۶ سکنڈ میں طے کیا تھا ــــــ ۲۰ سال بعد یعنی ۱۹۵۶ء میں دوسرے امریکی نے ۱۰۰ میٹر کی دوڑ ۱۰٫۵ سکنڈ میں اور ۲۰۰ میٹر کی دوڑ ۲۰٫۶ سکنڈ میں ختم کر کے ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔



1936 کے برلن اولمپک گیمس ایک سیاہ فام امریکی جسی آدنس نے ۴ سونے کے تمغے حاصل کیے تھے۔

۱۹۰۸ء کے لندن میں ہونے والے اولمپک گیمس کی میراتھان دوڑ میں ۲۲ سالہ پائی ٹری کا جیتنا یقینی تھا لیکن وہ دوڑ میں سب سے آگے ہونے کے باوجود بدقسمتی سے وہ منزل کے قریب پہنچ کر راستہ بھٹک گیا اور

اسٹیڈیم میں غلط راستہ سے داخل ہوا! زائد فاصلہ کو طے کرنے کی اس نے جان توڑ کوشش کی ـــــ وہ لڑکھڑایا، گرا اور اٹھا اور پھر لڑکھڑایا، آخر کار وہ ہار گیا۔

۱۹۱۲ء کے اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ ٹریک اور میدانی کھیلوں میں "پنٹاتھالان" (پنجگانہ کھیل) اور "ڈیکاتھالان" (دس کھیلوں کا مقابلہ) کو شامل کیا گیا تھا۔

پہلی بڑی جنگ کے بعد ۱۹۲۰ء میں انٹورپ (بلجیم) کے اولمپک کھیلوں میں کھلاڑیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ البتہ ۱۹۲۴ء کے پیرس اولمپک گیمس میں ٹریک اور میدانی کھیلوں میں کافی ملکوں نے شرکت کی تھی۔ فن لینڈ کو ان مقابلوں میں برتری حاصل رہی۔ اس نے جملہ دس تمغے حاصل کیے۔

۱۹۲۸ء کے اولمپک گیمس میں پہلی مرتبہ عورتوں کے ٹریک اور میدانی کھیلوں کے مقابلے شروع ہوئے۔ آدھا میل (۸۸۰ گز) عورتوں کی سب سے لمبی دوڑ تھی۔ کناڈا کی خاتون کھلاڑی نے ہائی جمپ میں سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔

۱۹۳۶ء کے برلن (جرمنی) اولمپک کھیلوں میں ایک سیاہ فام امریکی جسی اُونس نے ۱۰۰ میٹر کی دوڑ، ۲۰۰ میٹر کی دوڑ، لانگ جمپ اور ۴

کھلاڑی x سو میٹر کے ریلے دوڑ میں ۴ سونے کے تمغے حاصل کر کے سب کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔



اولمپکس میں 4 سونے کے تمغے جیتنے والا ایمل زتوپیک (چیکوسلواکیہ) 1952 میں 5000 میٹر کی دوڑ جیتتے ہوئے



ڈانا زاتوپ کووا نے خواتین کا جیولن کا مقابلہ جیتا

دوسری بڑی جنگ کے بعد ۱۹۴۸ء میں لندن کے اولمپک گیمس میں چیکوسلواکیہ کے ایک فوجی افسر، ایمیل زاٹوپک نے پانچ ہزار میٹر اور دس ہزار میٹر کی دوڑ کے ساتھ ساتھ میراتھان دوڑ میں بھی سونے کا تمغہ حاصل کیا اور اس کی بیوی ڈانا نے جیولن کے مقابلے میں سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اولمپک گیمس میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی شوہر اور بیوی نے ایک ساتھ انعام حاصل کیا ہو!

۱۹۵۲ء میں ہلسنکی (فن لینڈ) کے اولمپک کھیلوں میں زاٹوپک نے پھر اپنا سکہ جمایا۔ اس نے پانچ ہزار میٹر اور دس ہزار میٹر کی دوڑ کے علاوہ ماراتھان دوڑ بھی جیتی!

۱۹۶۴ء میں ٹوکیو (جاپان) کے اولمپک گیمس میں ایتھوپیا کے ابیب بکیلا نے دوسری بار مارتھان دوڑ جیتی۔ اس مرتبہ عورتوں کا پنجگانہ کھیل شروع کیا گیا۔

۱۹۷۲ء میں میونخ (مغربی جرمنی) میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں جرمنی کی ایک خاتون نے ایک منٹ ۵۸ء۷ سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر دوڑ کا اولمپک ریکارڈ توڑا جب کہ ۱۹۶۸ء میں ۸۰۰ میٹر کی مردوں کی دوڑ کا ریکارڈ ایک منٹ ۴۴ء۳ سکنڈ تھا۔ ان ہی کھیلوں میں روسی خاتون نے شاٹ پٹ میں ۶۹ منٹ کا اولمپک ریکارڈ قائم کیا۔

آج کل اولمپک گیمس میں ٹریک اور میدانی کھیلوں میں مردوں کے لیے ۲۴ اور عورتوں کے لیے ۱۴ مقابلے ہوتے ہیں۔ مردوں کے لیے ٹریک کے مقابلوں میں سو میٹر، دو سو میٹر، چار سو میٹر، ۸۰۰ میٹر، ۱۵۰۰ میٹر، ۵ ہزار میٹر اور دس ہزار میٹر کی دوڑ، ۴ کھلاڑی x سو میٹر کی ریلے دوڑ، ۴ کھلاڑی x ۴۰۰ میٹر کی ریلے دوڑ، ۲۶ میل لمبی مارا تھان دوڑ، ۱۱۰ میٹر اور ۴۰۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ، ۳ ہزار میٹر کی اسٹیپل چیز دوڑ اور ۲۰ کلو میٹر تیز چلنے کا مقابلہ ۔ اور میدانی کھیلوں میں دس کھیلوں کا ملا جلا مقابلہ، ڈسکس، شاٹ پٹ، جویلن، ہیامر، ہائی جمپ، لانگ جمپ، پول والٹ اور ٹرپل جمپ۔

عورتوں کے لیے ٹریک کے مقابلوں میں: ۱۰۰ میٹر، ۲۰۰ میٹر، ۴۰۰ میٹر، ۸۰۰ میٹر، ۱۵۰۰ میٹر کی دوڑ، سو میٹر کی ہرڈلس دوڑ، ۴ کھلاڑی x ۱۰۰ میٹر

کی ریلے دوڑ، ۴ کھلاڑی × ۴۰۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ؛ —— اور میدانی کھیلوں کے مقابلوں میں لانگ جمپ، ہائی جمپ، جویلن، ڈسکس، شاٹ پٹ اور پنچگانہ کھیل۔

ریلے دوڑ

اس دوڑ میں عام طور پر چار کھلاڑی حصّہ لیتے ہیں۔ اولمپک گیمس میں مردوں اور عورتوں کے لیے ۴ کھلاڑی × ۱۰۰ میٹر اور ۴ کھلاڑی × ۴۰۰ میٹر کی ریلے دوڑ رکھی گئی ہے۔ اس دوڑ میں آخری کھلاڑی کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

میراتھان دوڑ

پہلی ماراتھان ۱۹۰۸ء میں چوتھے جدید اولمپک گیمس میں دوڑی گئی تھی۔ آج کل میراتھان دوڑ ۲۶ میل ۳۸۵ گز (۴۲٫۱۹۵ کلومیٹر) ہوتی ہے۔ پہلے یہ فاصلہ عام طور پر تین گھنٹے میں طے کیا جاتا تھا۔ ۱۹۶۴ء میں اس کا اولمپک ریکارڈ ۲ گھنٹے ۱۲ منٹ اور ۱۱٫۲ سکنڈ تھا جس کو ایتھوپیا کے ابیبے بکیلا نے قائم کیا تھا۔ اس نے ۱۹۶۰ء میں بھی میراتھان دوڑ جیتی تھی۔ اولمپک گیمس کی تاریخ میں ابیب بکیلا وہ پہلا کھلاڑی ہے

جس نے دو مرتبہ میراتھان جیت کر ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا۔ ۱۹۶۴ء کے ریکارڈ کو ۱۹۷۶ء کے اولمپک گیمس میں مشرقی جرمنی کے ڈبلیو سرپنسکی نے توڑا یعنی ۲ گھنٹے، ۹ منٹ اور ۵۵ سکنڈ! اسی کھلاڑی نے ۱۹۸۰ء کے اولمپک کھیلوں میں دوبارہ میراتھان دوڑ جیت کر ابیبے بیکیلا کی یاد تازہ کر دی۔ اب میراتھان دوڑ کا اولمپک ریکارڈ ۲ گھنٹے ۹ منٹ اور ۲۱ سکنڈ ہے جس کو ۱۹۸۴ کے لاس اینجلز اولمپک گیمس میں پرتگال کے کھلاڑی سی۔ لوپس نے قائم کیا ہے۔ ۱۹۸۴ء میں پہلی مرتبہ اولمپک کھیلوں میں عورتوں کی میراتھان دوڑ کو شامل کیا گیا ـــــ امریکہ کی جوَن بینائے نے اس دوڑ کو ۲ گھنٹے، ۲۴ منٹ اور ۵۲ سکنڈ میں پورا کرکے اولمپک ریکارڈ قائم کیا ہے۔

میراتھان دوڑ میں حصّہ لینے والوں کے جوتے کا وزن ۴ اونس ہوتا ہے موزوں کی جگہ پیروں پر چمڑے کا ایک مضبوط خول چڑھا ہوتا ہے! ۴۲ کلومیٹر کی میراتھان دوڑ کے دوران ۱۱، ۱۶، ۲۱ کلومیٹر کے بعد ہر پانچ کلومیٹر پر کھانے پینے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ راستے میں کئی جگہ ہاتھ منہ دھونے کے لیے صرف پانی ملتا ہے۔ میراتھان دوڑ کے آخری چھ میل بڑے کٹھن اور صبر آزما ہوتے ہیں۔



جون بنائے گھٹنے کے آپریشن کے باوجود خواتین کی میراتھن میں فتح حاصل کرنے والی بنائے

اسٹیپل چیز دوڑ

یہ تین ہزار میٹر (ایک میل ۵۲۰ گز اور ایک فٹ) کی دوڑ ہوتی ہے جس میں ۷ مرتبہ پانی میں چھلانگیں لگانی پڑتی ہیں۔ اور ۲۸ ہرڈلس کو

پھلانگنا پڑتا ہے۔ اس کا موجودہ ریکارڈ ۸ منٹ ۲۳٫۶ سکنڈ کینیا کے ایک کھلاڑی نے ۱۹۷۲ء میں میونخ (مغربی جرمنی) کے اولمپک گیمس میں قائم کیا تھا۔ اس ریکارڈ کو ۱۹۷۶ء میں سویڈن کے ایک کھلاڑی نے توڑا (۸ منٹ اور ۸٫۲ سکنڈ) اور اب تک یہی عالمی ریکارڈ ہے!



ابیبے بکیلا پہلا اتھلیٹ جس نے دو مرتبہ میراتھان جیتی (1960ء 1964)

تیز چلنے کا مقابلہ

اس کا فاصلہ ۲۰ کلومیٹر (تقریباً ۱۲ میل) ہوتا ہے اور اس میں صرف ایک شرط ہوتی ہے کہ ایک پاؤں کا زمین سے تعلق قائم رہنا چاہیے۔ ۲۰ کلومیٹر کے اس مقابلہ میں اوسطاً رفتار ۸ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے جب کہ عام طور پر ایک عام آدمی کے لیے اوسط رفتار سے ایک میل طے کرنے میں ۷ منٹ لگ جاتے ہیں!

۱۹۰۸ء میں پہلی مرتبہ اس مقابلہ کا فاصلہ ۲۵۰۰۰ میٹر (۳۵ کلومیٹر) تھا۔ ۱۹۳۲ء تک اس کا فاصلہ ۵۰ کلومیٹر (۳۱ میل) رہا۔ ۱۹۶۴ء کے ملبورن اولمپک گیمس میں ۲۰ کلومیٹر کے مقابلے کا اضافہ کیا گیا۔ لیکن پھر ۱۹۷۲ء کے اولمپک کھیلوں میں ۵۰ کلومیٹر کا مقابلہ نکال دیا گیا۔ مشرقی جرمنی کے ایک کھلاڑی نے ۱۹۷۲ء کے اولمپک گیمس میں ۲۰ کلومیٹر والے مقابلے کا ریکارڈ ایک گھنٹہ ۲۶ منٹ اور ۴۲٫۴ سکنڈ قائم کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اوسطاً فی گھنٹہ ۹ میل چل رہا تھا۔ یعنی ایک عام آدمی کے رفتار سے تقریباً دوگنی رفتار۔ ۱۹۷۲ء میں مغربی جرمنی کے ایک کھلاڑی نے ۵۰ کلومیٹر کا فاصلہ ۳ گھنٹے ۵ منٹ اور ۱۱٫۶ سکنڈ میں طے کرکے اولمپک ریکارڈ قائم کیا۔ ۱۹۰۹ء میں ایک امریکی نے

نیو یارک سے سان فرانسسکو (تقریباً تین ہزار میل) کا فاصلہ ۱۰۵ دن میں پیدل طے کیا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں دوسرے ۶۰ سالہ باہمت امریکی نے یہی فاصلہ ۷۹ دن دس گھنٹے اور دس منٹ میں طے کیا۔

ڈسکس

دراصل یہ کھیل یونانیوں کی ایجاد ہے۔ مردوں کے ڈسکس کا وزن ۴ پونڈ ۶ اونس (۲ کلوگرام) اور عورتوں کا ڈسکس ۲ پونڈ ۳ اونس (ایک کلوگرام) کا ہوتا ہے۔ ڈسکس پھینکنے کے دوران دستانے پہننے کی اجازت نہیں ہوتی۔

جیولن (بھالا پھینکنا)

کہتے ہیں کہ یونانیوں نے جیولن کی ابتدا کی تھی۔ ۱۸۰۰ء کے شروع میں فرانس کے بادشاہ نپولین نے بھالا پھینکنے کے عملی تجربے کروائے تھے تاکہ جنگ میں اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ لیکن جب یہ پتہ چلا کہ جیولن صرف ۲۰۰ فٹ تک پھینکا جا سکتا ہے تو فرانس کی فوج نے اس خیال کو رد کر دیا جیولن کو پہلی مرتبہ ۱۹۰۸ء کے اولمپک گیمس میں شامل کیا گیا تھا۔ جیولن کا وزن مردوں کے لیے ۸۰۰ گرام (۲۸ اونس)

اور عورتوں کے لیے ۶۰۰ گرام (۲۱ اونس) ہوتا ہے۔ ۱۹۴۸ء کے اولمپک کھیلوں میں اٹلی کے ایک چمپین نے جویلن ۲۲۰ فٹ (۶۷٫۵۲۴ میٹر) کی دوری تک پھینکا تھا۔ ۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس میں ایک جرمن کھلاڑی نے اپنے روسی مخالف سے صرف آدھے انچ (۲ سنٹی میٹر) کے فرق سے جویلن کا مقابلہ جیتا تھا! جویلن میں مرد ۳۰۰ فٹ سے زاید فاصلے تک پہنچ چکے ہیں لیکن عورتیں ابھی صرف ۲۰۰ فٹ کے فاصلے تک پہنچ سکی ہیں۔

ہیامر

یہ کھیل اسکاٹ لینڈ سے شروع ہوا تھا۔ ہیامر میں لوہے کے گولے سے ایک زنجیر بندھی ہوتی ہے اور ایک ہینڈل بھی لگا ہوتا ہے۔ ان تین تیزوں کا جملہ وزن ۱۶ پونڈ (۷٫۲۶ کلوگرام) ہوتا ہے۔ اور اس کی جملہ لمبائی ۴ فٹ (۱٫۲۱۹ میٹر) ہوتی ہے۔ ہیامر پھینکنے کے دوران دستانے پہنے جا سکتے ہیں۔

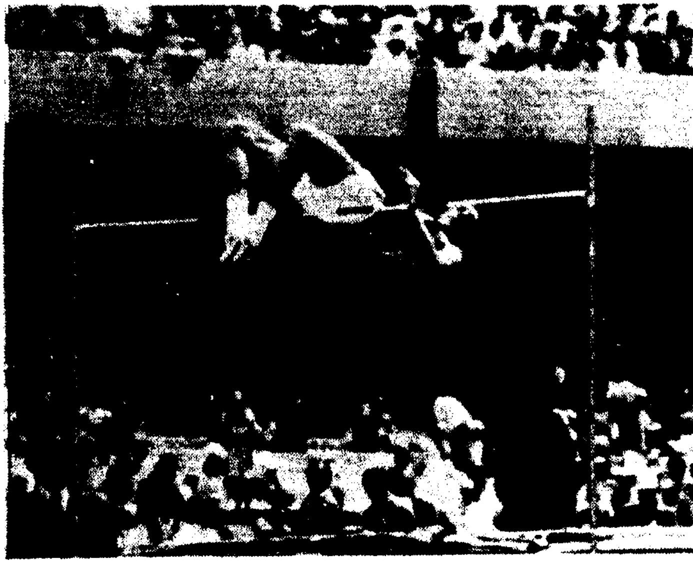
شاٹ پٹ (گولہ پھینکنا)

گولے کا وزن مردوں کے لیے ۱۶ پونڈ (۷٫۲۶ کلوگرام) اور عورتوں کے لیے ۸ پونڈ ۱۲ اونس (۴ کلوگرام) ہوتا ہے۔ ۱۸۹۶ء سے مردوں

کے لیے گولے کا وزن ۱۶ پونڈ رکھا گیا۔ شاید اس سے پہلے زیادہ ہوتا ہوگا۔
اس کھیل کی ابتدا اسکاٹ لینڈ میں ہوئی تھی۔ ان دنوں کم سے کم ۱۴ تا ۱۶ پونڈ اور زیادہ سے زیادہ ۱۸ تا ۲۴ پونڈ کے گولے استعمال کیے جاتے تھے۔
شاٹ پٹ کا عالمی ریکارڈ تو ۷۲ فٹ ۱/۴ ۶ انچ (۲۲٫۱۱ میٹر) ہے ---
------------ لیکن اس کا اولمپک ریکارڈ ۶۹٫۶ فٹ ہے۔
اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ پیشہ ور کھلاڑی اولمپک گیمس میں حصہ نہیں لے سکتے! اسی طرح عورتوں کے شاٹ پٹ کا عالمی ریکارڈ ۷۴ فٹ ۱/۲ ۱۰ انچ ہے اور اولمپک ریکارڈ ۶۹ فِٹ ہے!

ہائی جمپ (اونچی چھلانگ)

ہائی جمپ کی عمر زیادہ نہیں ہے۔ ۱۹ویں صدی کے وسط میں اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ ۱۸۹۶ء کے پہلے جدید اولمپک گیمس میں ایک امریکی کھلاڑی نے ۵ فٹ ۱/۴ ۱۱ انچ کی اونچی چھلانگ لگائی تھی! ۱۹۶۸ء کے اولمپک گیمس میں امریکہ کے ڈک فاسبری نے ۷ فٹ ۱/۴ ۴ انچ کی اونچی چھلانگ لگا کر نیا اولمپک ریکارڈ قائم کیا تھا۔ موجودہ ریکارڈ ۷ فٹ ۱/۲ ۸ انچ (۲٫۳۵ میٹر) ہے۔ عورتوں کا موجودہ ریکارڈ ۶ فِٹ ۱/۲ ۷ انچ ہے۔ جو ۱۹۸۴ء میں مغربی جرمنی کی ایک خاتون نے قائم کیا ہے۔



ڈک فاسبری

لانگ جمپ (لمبی چھلانگ)

ہر چھلانگ کے لیے ۲ منٹ دیے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں برلن (جرمنی) کے اولمپک گیمس میں امریکہ کے جسی آونس، نے ۲۶ فٹ (۸.۰۶ میٹر) ۵ ۱/۴ انچ کی لمبی چھلانگ لگا کر اولمپک ریکارڈ قایم کیا تھا جس کو آیندہ ۲۴ سال تک کوئی نہ توڑ سکا۔ ۱۹۶۸ء کے اولمپک ریکارڈ میں امریکہ کے باب بیمان نے ۲۹ فٹ ۲ ۱/۲ انچ (۸.۹۰ میٹر) کی لمبی چھلانگ لگا کر ایک نیا اولمپک ریکارڈ

قائم کیا تھا جو آج تک قایم ہے!





باب بی مون 1986ء میں میکسیکو میں 8-90 میٹر کی تاریخی چھلانگ

ٹرپل جمپ

۱۸ ویں صدی میں اسکاٹ لینڈ میں ٹرپل جمپ کی ابتدا ہوئی تھی۔ جدید اولمپک گیمس کا بانی کوبرٹن جب امریکہ گیا تو اس نے دیکھا کہ "ہاپ اسٹاپ اینڈ جمپ" (اس وقت ٹرپل جمپ کا یہی نام تھا) وہاں کے میدانی کھیلوں میں شامل ہے۔ اس نے سوچا کیوں نہ اس کو اولمپک کھیلوں میں شامل کیا جائے ـــــ روس کے ایک کھلاڑی نے ۵۶ فٹ ۱۱ ۱/۲ انچ کی ٹرپل جمپ لگا کر اولمپک ریکارڈ قائم کیا تھا لیکن ۵۷ فٹ ۱/۲ انچ اس کا موجودہ اولمپک ریکارڈ ہے۔

پول والٹ

اکثر میدانی کھیلوں کی ابتدا اسکاٹ لینڈ سے ہوئی تھی۔ پول والٹ بھی وہیں سے شروع ہوا۔ ستّر سال پہلے اس کا عالمی ریکارڈ صرف دس فٹ تھا لیکن وہ بڑھتا ہی گیا۔ پہلے بانس کے پول استعمال کیے جاتے تھے لیکن آج کل فائبر کے پول استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۸ء کے میکسیکو اولمپک گیمس میں امریکہ کے ایک کھلاڑی نے ۱۷ فٹ ۱/۲ ۸ انچ کی بلندی کو چھو لیا تھا! موجودہ اولمپک ریکارڈ ۱۸ فٹ (۵،۷۸ میٹر) ۱ ۱/۲ انچ ہے۔

پنچگانہ کھیل (پنٹا تھالان)

کہتے ہیں کہ قدیم اولمپک گیمس میں پنچگانہ کھیل کا مقابلہ شامل تھا۔ لیکن اس وقت لانگ جمپ ڈسکس، جویلن، دوڑ اور کشتی ہوا کرتی تھی۔ اس مقابلہ کو پہلی مرتبہ ۱۹۱۲ء کے اولمپک گیمس میں شروع کیا گیا تھا۔ یہ مقابلہ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۴ء کے اولمپک کھیلوں میں بھی شامل رہا۔ لیکن ۱۹۲۸ء کے اولمپک گیمس سے اس کو خارج کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ دس کھیلوں کے مقابلہ نے لے لی۔ ۱۹۱۲ء میں جب پنچگانہ کھیل کو اولمپک گیمس میں شامل کیا گیا تو وہ اِن پانچ کھیلوں پر مشتمل تھا:

۲۰۰ میٹر کی دوڑ، —— ۱۵۰۰ میٹر کی دوڑ، لانگ جمپ، ڈسکس اور جیولن

ٹریک اور میدانی کھیلوں کے مقابلوں میں عورتوں کا پنچگانہ کھیل ۱۹۶۴ء کے اولمپک گیمس میں شروع کیے گئے جس میں پہلے دن ۸۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ، شاٹ پٹ اور ہائی جمپ، اور دوسرے دن لانگ جمپ اور سو میٹر کی دوڑ ہونے لگی۔ اسی لیے پنچگانہ کھیل کو "پنٹا تھالان" کہتے ہیں۔

۱۹۶۴ء کے اولمپک کھیلوں میں روس کی ایک خاتون کھلاڑی نے پنچگانہ کھیل کا مقابلہ جیتا تھا۔ اس نے جملہ ۵۲۴۶ پائنٹ حاصل کیے تھے

جو آج تک اولمپک ریکارڈ ہے!

ڈیکا تھالان (دس کھیلوں والا مقابلہ)

پہلی مرتبہ ۱۹۱۲ء کے اولمپک گیمس میں شریک کیا گیا تھا جو اب بھی اولمپک کھیلوں میں شامل ہے۔ یہ دس کھیلوں والا مقابلہ قدیم اولمپک گیمس میں شامل نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ ۱۸۹۱ء کے لگ بھگ امریکہ میں دس کھیلوں والے مقابلہ سے ملتا جلتا کھیل ہوا کرتا تھا۔

۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک سارے اولمپک گیمس میں ڈیکا تھالان میں امریکہ سونے کے تمغے حاصل کرتا رہا! ۱۹۶۴ء میں امریکہ کی اجارہ داری ختم ہوئی اور اس مرتبہ ٹوکیو اولمپک گیمس میں جرمنی بازی لے گیا۔ ۱۹۶۸ء میں پھر امریکہ ڈیکا تھالان میں سبقت لے گیا۔ ۱۹۷۲ء میں روس کا پلّہ بھاری رہا۔ ۱۹۷۶ء میں پھر امریکہ نے میدان مار لیا۔ امریکی کھلاڑی بروس جینر نے ۸۶۱۸ پائنٹ حاصل کر کے سونے کا تمغہ جیت لیا۔ ۱۹۸۰ء میں انگلستان کا ڈی۔ تھامپسن اول آیا۔ ۱۹۸۴ء میں ڈی۔ تھامپسن نے ۸۷۹۷ پائنٹ حاصل کر کے پچھلا ریکارڈ توڑ دیا! اس طرح اسے دو بار سونے کا تمغہ ملا!!

آج کل اس کھیل میں کھلاڑیوں کو دس مقابلوں میں حصّہ لینا پڑتا

ہے۔ اسی لیے اس مقابلہ کا نام "ڈیکاتھالان" رکھا گیا ہے۔ یہ دو روزہ مقابلے ہوتے ہیں ——— پہلے دن پانچ مقابلے: ۱۰۰ میٹر کی دوڑ، لانگ جمپ، شاٹ پٹ، ہائی جمپ اور ۴۰۰ میٹر کی دوڑ۔ اور دوسرے دن پانچ مقابلے: ۱۱۰ میٹر کی ہرڈلس دوڑ، ڈسکس، پول والٹ، جیولن اور ۱۵۰۰ میٹر کی دوڑ۔



بروس جینز (امریکہ) 1976 میں 8618 پوائنٹ لے کر ڈیکاتھلون میں سرفہرست رہے۔

ٹریک اور میدانی کھیلوں کے مقابلوں میں دس کھیلوں والا مقابلہ بڑا کٹھن ہوتا ہے۔ دس کھیلوں میں مہارت حاصل کرنا کسی ایک کھلاڑی کے لیے بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔

جمناسٹکس

کھیلوں کی دنیا میں جمناسٹکس ایک ایسا کھیل ہے جس کو سب سے کم شہرت ملی ہے۔ حالانکہ اس کا شمار بھی اولمپک گیمس کے ۲۲ اہم کھیلو ں میں ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جمناسٹکس کی ابتدا یونان سے ہوئی تھی۔ جمناسٹکس اصل میں یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں "ننگے ورزش کرنا"! اور جمنازیم اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ورزش کی جاتی ہے۔ قدیم یونان کے ہر شہر میں ایک جمنازیم ہوا کرتا تھا جس میں طالب علموں کو چھلانگ لگانا، دوڑنا، کودنا وغیرہ سکھلایا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ رسی پر چڑھنے کے مقابلے بھی ہوا کرتے تھے۔ رسی ۲۰ فٹ اونچی ہوتی تھی۔ تین موقعے دیے جاتے تھے اور تیز رفتاری پر ہار جیت کا فیصلہ ہوتا تھا۔ ان ساری باتوں کے باوجود بعض کہتے ہیں کہ جمناسٹکس کا اصل وطن یونان نہیں ہے

بلکہ صدیوں پہلے یہ قدیم چین، جاپان، ایران اور ہندوستان میں بھی رائج تھے۔

جب رومن شہنشاہ تھیوڈوسس نے ۳۹۲ ق م میں اولمپک کھیلوں کو روک دیا تو جسمانی ورزش لازمی نہیں رہی۔ اور یونان میں سارے جمنازیم عارضی طور پر بند کر دیے گئے۔ لیکن ۳۹۲ ق م سے ۷۷۶ء تک جو قدیم اولمپک گیمس ہوئے ان میں جمناسٹکس بھی شامل تھے۔ پھر اس کے بعد ۱۷۸۰ء میں ان کو دوبارہ شروع کیا گیا۔

۱۸۹۶ء کے پہلے جدید اولمپک گیمس میں جمناسٹکس کو شریک کیا گیا تھا۔ اس مرتبہ آٹھ مقابلوں میں چھ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ پھر ۱۹۰۰ء کے اولمپک کھیلوں میں ہائی جمپ، لانگ جمپ، پول والٹ، اور رسہ کشی کے ساتھ جمناسٹکس کو بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس بار فرانس بازی لے گیا تھا۔ ۱۹۰۴ء کے اولمپک گیمس میں امریکہ کا پلّہ بھاری رہا۔ ۱۹۰۸ء کے اولمپک کھیلوں کے جمناسٹکس میں اٹلی اول، انگلستان دوم اور سویڈن سوم رہا۔ ۱۹۱۲ء میں جمناسٹکس میں کئی نئے کھیل شامل کیے گئے، میزبان ملک سویڈن نے سونے کا تمغہ حاصل کیا اور اٹلی کو چاندی کا تمغہ ملا۔

۱۹۲۰ء میں اولمپک گیمس کے جمناسٹکس میں ۱۴ ملکوں نے حصّہ

لیا تھا۔ امریکہ نے صرف ۴ کھلاڑی بھیجے تھے۔ اس مرتبہ اٹلی اول، سویڈن دوم اور ڈنمارک سوم آیا۔ ۱۹۲۴ء میں جمناسٹکس میں صرف ۹ ملکوں نے حصّہ لیا۔ پھر اٹلی چھایا رہا۔ فرانس کو چاندی کا تمغہ ملا اور سوئٹزرلینڈ تیسرے نمبر پر تھا۔ ۱۹۲۸ء میں ایمسٹرڈم (ہالینڈ) کے نویں اولمپک گیمس میں ایک خاص بات یہ ہوئی کہ پہلی مرتبہ عورتوں کے جمناسٹکس شروع کیے گئے۔

۱۹۳۲ء میں دسویں اولمپک گیمس لاس اینجلز (امریکہ) میں ہوئے تھے جن میں ۷ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ جمناسٹکس کے جملہ ۱۱ مقابلے ۵ دن تک ہوتے رہے۔ ۲ ہزار سے ۲۷ ہزار تک تماشائیوں نے ان مقابلوں کو دیکھا۔ اس مرتبہ عورتوں کے جمناسٹکس نہیں ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں میزبان ملک جرمنی جیت گیا۔ اس نے کل ۱۵ اولمپک انعامات حاصل کیے! اس بار ۱۴ ملکوں نے حصّہ لیا تھا اور ہر ملک سے ۸ کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ جمناسٹکس کے مقابلے کے دوران اسٹیڈیم ۲۵ تا ۳۰ ہزار تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا جو جرمن باشندوں کے شوق کو ظاہر کرتا تھا۔ اس بار سوئٹزرلینڈ کو چاندی کا اور فن لینڈ کو کانسے کا تمغہ ملا۔ عورتوں کے جمناسٹکس میں ۸ ملکوں نے حصّہ لیا تھا اور ہر ملک سے ۸ خاتون کھلاڑی شریک ہوئے تھے۔ عورتوں کے جمناسٹکس میں بھی جرمنی

اول رہا ـــــ چیکو سلواکیہ دوم اور ہنگری سوم رہا۔

۱۹۴۸ء کے لندن اولمپک گیمس میں جمناسٹکس کے مردوں کے مقابلوں میں ۱۶ ملکوں نے حصّہ لیا تھا اور عورتوں کے مقابلوں میں گیارہ ملک شریک ہوئے تھے۔ مردوں کے جمناسٹکس میں فن لینڈ اول، سوئٹزرلینڈ دوم اور ہنگری سوم رہا۔ عورتوں کے جمناسٹکس میں چیکو سلواکیہ نے سونے کا تمغہ حاصل کیا، ہنگری کو چاندی کا اور امریکہ کو کانسے کا تمغہ ملا۔

۱۹۵۲ء میں ہلسنکی میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں مردوں کے جمناسٹکس میں ۲۹ ملکوں نے حصّہ لیا۔ اس مرتبہ روس بھی مقابلوں میں شریک ہوا تھا۔ عورتوں کے جمناسٹکس میں ۱۸ ملکوں نے حصّہ لیا۔ مردوں اور عورتوں کے جمناسٹکس میں روس بازی لے گیا۔ ۱۹۵۶ء کے ملبورن اولمپک گیمس میں بھی روس کا پلّہ بھاری رہا۔ ۱۹۶۰ء کے روم میں ہونے والے اولمپک کھیلوں میں جمناسٹکس میں جاپان نے روس کی ۸ سالہ اجارہ داری کو ختم کر دیا۔ اکثر مقابلے جاپان نے جیتے۔ ۱۹۶۴ء کے ٹوکیو اولمپک گیمس میں مردوں کے جمناسٹکس میں جاپان نے اپنا لوہا منوالیا۔ البتّہ عورتوں کے جمناسٹکس میں روس سبقت لے گیا۔

۱۹۶۸ء کے اولمپک کھیل میکسیکو میں منعقد ہوئے جو مشرقی یورپی ملکوں کے لیے بہت دور تھا۔ اس کے باوجود جمناسٹکس کے شوقین

کھلاڑی وہاں بھی پہنچ گئے! اس مرتبہ جمناسٹکس میں ۲۶ ملکوں کے ۲۵۴ کھلاڑیوں (۱۳۹ مرد اور ۱۱۵ عورتوں) نے حصّہ لیا۔ جاپان اور روس میں سخت مقابلہ تھا۔ جاپان اول اور روس دوم رہا۔ عورتوں کے جمناسٹکس میں چیکوسلواکیہ اور روس میں ٹھن گئی۔ روسی ٹیم نے جملہ ۹ سونے کے تمغے حاصل کیے جب کہ چیکوسلواکیہ کی ویرا کاسادسکہ کو اکیلے ہی سونے کے ۶ تمغے ملے۔ اور ایک شوہر بھی ہاتھ لگا! اولمپک ویلج میں اس خاتون کی شادی چیکوسلواکیہ کے ٹریک اور میدانی کھیلوں کے ایک کھلاڑی سے ہوئی۔



اولگا کاربٹ

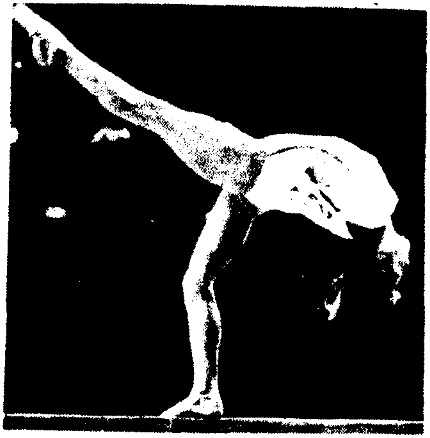
۱۹۷۲ء کے میونخ اولمپک گیمس میں، عورتوں کے جمناسٹکس کے مقابلوں میں ایک نام یادگار رہے گا ـــــ اولگا کاربٹ، ۱۷ سالہ روسی

لڑکی (قد: ۴ فٹ، ۱۱ انچ / وزن: ۸۵ پونڈ) نے سونے کے تین تمغے اور چاندی کا ایک تمغہ حاصل کر کے سب کو حیرت زدہ کر دیا!



اولگا کاربٹ

۱۹۷۶ء کے مانٹریال اولمپک کھیلوں میں، جمناسٹکس میں مشرقی یورپ اور جاپان کے کھلاڑی بازی لے گئے۔ رومانیہ کی ۱۴ سالہ ناڈیا کومانیسی (قد: ۴ فٹ، ۱۱ انچ / وزن: ۸۸ پونڈ) نے پورے دس نمبر حاصل کر کے جمناسٹکس میں ایک ریکارڈ قائم کر دیا!



ناڈیا کومانیسی



ناڈیا کومانیسی

آج کل اولمپک گیمس میں جمناسٹکس کے مقابلوں میں چھ کھلاڑی (عورتوں کے مقابلوں میں ۴ کھلاڑی) حصّہ لیتے ہیں۔ اس میں سے پانچ بہترین کھلاڑیوں کے اسکور کو جمع کر کے جج ہار جیت کا فیصلہ کرتے ہیں! اسی طرح مردوں کے انفرادی مقابلوں میں ۶ کھلاڑی (عورتوں کے انفرادی مقابلوں میں چار کھلاڑی) اپنی پسند کے جسمانی کرتب کرتے ہیں۔ ہار جیت کا فیصلہ ججوں کے ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا!

بجرا چلانا

شاید پانی میں کشتی (بجرا) انسان کے لیے بار برداری کا پہلا، اچھا اور آسان ذریعہ تھا۔ ندیوں اور دریاؤں کے کنارے بسنے والوں نے ایسی چھوٹی چھوٹی کشتیاں تیار کیں جن کو چپّو سے چلایا جا سکے۔ ابتدا میں ایسی کشتیاں (بجرے) جانوروں کی کھال کی بار برداری میں بڑی کار آمد ثابت ہوئیں۔ ایسی کشتیاں ۳۶ فِٹ لمبی ہوتی تھیں اور ان کا وزن تقریباً ۲ ٹن ہوتا تھا جنھیں ۷ تا ۵ آدمی کھیتے تھے اور جن کے ذریعے ایک دن میں سو میل کا فاصلہ طے کیا جا سکتا تھا!

امریکہ اور کناڈا میں گورے آدمی کے آنے کے بعد بھی ۲۰۰ سال تک بجرے استعمال میں لائے جاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ طوفانی ہواؤں سے بھٹک کر دو اسکیمو کشتی میں بحر اوقیانوس پار کر کے ۱۸ ویں صدی میں اسکاٹ لینڈ پہنچے تھے! اس کے بعد سے بجرے بہت

جلد انگلستان میں مقبول ہو گئے۔ بجرے کی موجودہ شکل ۱۸۶۵ء
میں ایک انگریز بیرسٹر جان میک گریگر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔
بجرا چلانے کا کھیل جزائر انگلستان میں شروع ہوا تھا۔ بجرا چلانے
اور کشتی کھینے میں بنیادی فرق یہ ہے کہ بجرے میں کھڑے ہو کر چپو
چلایا جاتا ہے اور کشتی کھینے میں بیٹھ کر چپو چلائے جاتے ہیں۔

بجرا چلانے کا مقابلہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء کے برلن اولمپک گیمس
میں شروع ہوا جس میں ۱۹ ملکوں نے حصہ لیا تھا۔ پھر اس کے بعد لوگوں
کی دلچسپی بڑھتی گئی۔ ۱۹۶۸ء کے میکسیکو اولمپک کھیلوں میں ۲۹ ملکوں
کے ۲۰۸ مردوں اور عورتوں نے حصہ لیا تھا۔ اولمپک گیمس میں عورتوں
کے بجرا چلانے کے مقابلے ۱۹۴۸ء میں شروع ہوئے۔

اولمپک گیمس میں بجرے کی ۵۰۰، اور ۱۰۰۰ میٹر کی دوڑ ہوتی ہے۔
مقابلہ سے دو دن پہلے ہر کشتی کا وزن کر لیا جاتا ہے اور اس کی لمبائی
چوڑائی ناپ لی جاتی ہے۔ مقابلہ کے دوران بجرے کا توازن برقرار
رکھنا ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ کیونکہ ۱۷ فٹ لمبے ۲۰ تا ۲۹ انچ
چوڑے اور ۲۶ تا ۳۶ پونڈ وزنی بجرے میں کھڑے ہو کر چپو چلانا
کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مقابلوں میں ایک دو اور چار آدمی والے
بجرے کی دوڑ ہوتی ہے۔ بجرا چلانا سچ پوچھیے تو بڑا مشکل فن ہے۔

یہ سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے یا پھر کافی محنت اور مشق کے بعد ہی سیکھا جا سکتا ہے لیکن اس فن میں بھی بعض جیالوں نے کارنامے کر دکھائے ہیں ۱۹۲۸ء میں ایک جرمن باشندہ روم نے ۱/۲ ۱۹ فٹ لمبی کینوس کی کشتی میں ۵۸ دن میں لزبن سے ویسٹ انڈیز کا سفر کیا تھا! ۲۴ سالہ جیفری پوپ اور ۲۵ سالہ شیلڈن ٹیلر نے چپّو والی کشتی میں نیو یارک سے ایلاسکا تک ۷۱۶۵ میل کا لمبا سفر کیا تھا جو ۲۵ / اپریل ۱۹۳۶ء سے شروع ہو کر ۱۱ / اگست ۱۹۳۷ء پر ختم ہوا!!

نشانہ بازی

نشانہ بازی اصل میں تیر اندازی کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ انسان پہلے تیر سے شکار کرتا تھا آگے چل کر اس نے سمجھ بوجھ سے کام لے کر اپنے دشمن (اس میں انسان، جانور سب ہی شامل ہیں) کا صفایا کرنے کے لیے بندوق ایجاد کی! لیکن ۱۴ ویں صدی میں جب بندوق اور اسی قسم کے دوسرے ہتھیار ایجاد ہوئے تو مقابلے کے طور پر نشانہ بازی کے بارے میں کسی نے نہ سوچا ہوگا۔

توپ کی ایجاد کے نتیجہ میں بندوق اور پستول بھی ایجاد ہوئے ہینڈ گن کی ایجاد کا سہرا اٹلی کے باشندے کامیو ویٹیلی کے سر ہے۔ پستول کا موجد فلورنٹین تھا۔ وہ اٹلی کے ایک شہر پستونیا کا رہنے والا تھا اسی لیے اس ہتھیار کا نام پستول پڑ گیا۔ فلورنٹین نے پستول ۱۵۴۰ء میں ایجاد کیا تھا جس سے صرف ایک ہی شاٹ چلایا جا سکتا تھا۔ اور اگر نشانہ خطا

ہوجاتا تو آدمی دشمن کے رحم وکرم پر رہ جاتا تھا۔ اس کے باوجود پستول چند سو سال تک کارآمد سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس پستول کی اہمیت اس وقت کم ہوگئی جب امریکہ کے سیموئیل کولٹ نے ایک ایسا ریوالور تیار کیا جس سے یکے بعد دیگرے کئی شاٹ چلائے جا سکتے تھے۔ پھر ہینڈ گن کی ہوا چلی ۱۸ ویں صدی کے وسط میں ہینڈ گن کثرت سے استعمال ہونے لگے۔

اولمپک گیمس میں نشانہ بازی کے ۷ مقابلے ہوتے ہیں:۔ پہلے مقابلہ میں پستول سے تین گھنٹے کے اندر ۵۰ میٹر کے فاصلہ سے ۲ انچ قطر والے ٹارگٹ پر ۶۰ شاٹ چلانے پڑتے ہیں۔ دوسرے مقابلے میں چھوٹے بور کی رائفل سے ۶ گھنٹے کے اندر ۵۰ میٹر کے فاصلے سے تین پوزیشن میں (لیٹ کر، گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر اور سیدھے کھڑے ہوکر) ۱۲۰ شاٹ چلانے پڑتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہر پوزیشن میں ۴۰ شاٹ چلانے پڑتے ہیں اور ہر پوزیشن کے لیے ۲ گھنٹے دیے جاتے ہیں۔ ٹارگٹ ۱/۸ ۲ انچ قطر کا ہوتا ہے۔

تیسرے مقابلہ میں ۲۲، بور کی لمبی رائفل سے ۱/۲ ۲ گھنٹے میں ۵۰ میٹر کے فاصلہ سے لیٹنے کے پوزیشن میں ۶۰ شاٹ چلانے پڑتے ہیں —
چوتھے مقابلہ میں ۴ × ۶۴ انچ کے پانچ انسان کے سائز کے ہیولوں پہ ۲۵ میٹر کے فاصلے سے ۴، ۶ یا ۸ سکنڈ کے وقفہ سے ۶۰ شاٹ چلانے

پڑتے ہیں۔ یعنی ہر شاٹ میں ۵ ٹارگٹ! ۵ ویں مقابلہ میں ۱۲ گیج کے شاٹ گن سے ۲۵ میٹر کے فاصلہ سے مٹی کے بنے ایک سو کبوتروں پر ۲۵ شاٹ کے ۴ راؤنڈ چلانے پڑتے ہیں۔ اس میں نشانہ باز کے سامنے دو دو میٹر کے فاصلہ سے ۲ ٹارگٹ ہوتے ہیں۔ چھٹے مقابلہ میں ۱۲ گیج شاٹ گن سے ۲۵ میٹر کے فاصلہ سے دو سو شاٹ چلانے پڑتے ہیں ــــ ساتویں مقابلہ میں ۲۲/ بور والی لمبی رائفل سے دُور بین کی مدد سے ۵۰ میٹر کے فاصلہ سے ۲۰ شاٹ سست رفتار متحرک نشانہ (ٹارگٹ) پر اور ۲۰ شاٹ تیز رفتار متحرک ٹارگٹ پر چلانے پڑتے ہیں۔ جانور کی سائز کا جانور نما سست رفتار نشانہ ۵ سکنڈ کے وقفہ سے حرکت کرتا ہے اور تیز رفتار ٹارگٹ ۵/۲ سکنڈ کے وقفہ سے حرکت کرتا ہے۔ پہلے ۲۰ شاٹ ۱۰ میٹر چوڑے رینج میں حرکت کرنے والے ٹارگٹ پر چلائے جاتے ہیں اور دوسرے ۲۰ شاٹ بھی ۱۰ میٹر چوڑے رینج میں حرکت کرنے والے نشانہ پر چلائے جاتے ہیں۔

نشانہ بازی ایک عام آدمی کے لیے نہایت پیچیدہ کھیل ہے۔ البتہ جو لوگ نشانہ بازی میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ اس کھیل سے بہت لطف اُٹھاتے ہیں۔ نشانہ بازی صرف

نظر کا کھیل نہیں ہے بلکہ اس فن میں ہوا کا رُخ اور روشنی کے اثرات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اگر نشانہ بازی میں بینائی ہی سب کچھ ہوتی تو آنکھوں کے ڈاکٹر بہترین نشانہ باز ہوتے!

شمشیر زنی

شمشیر زنی کا فن اتنا ہی قدیم ہے جتنی کہ تلوار۔ اگر تلوار نہ ہوتی تو شمشیر زنی بھی نہ ہوتی ــــــ تاریخ دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ تلوار پانچ ہزار سال سے استعمال ہوتی آ رہی ہے۔ سب سے قدیم تلوار جاپان میں پائی گئی! کہتے ہیں کہ شمشیر زنی کی ابتدا ۳ہزار سال قبل جاپان میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ، شمشیر زنی ۱۲۶۰ ق م میں کھیل کے طور پر مصر میں رائج تھی۔ لیکن موجودہ شمشیر زنی یقیناً یورپ کی پیداوار ہے۔ یہ فرانس، اٹلی اور ہنگری میں پروان چڑھی۔ شمشیر زنی کا فن ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی میں لوئی چہاردہم کے زمانہ میں فرانس میں خوب پھولا پھلا۔ جدید اولمپک گیمس کا بانی کوبرٹن خود ایک اچھا شمشیر زن تھا۔ اطالوی بھی اس فن میں بہت ماہر تھا ۔ دنیا کا عظیم ترین شمشیر زن کا نزاڈی کارڈو یا تھا۔ ۱۸۹۶ء کے پہلے جدید اولمپک گیمس میں شمشیر زنی کو بھی شامل

کیا گیا تھا جس میں ہنگری کے شمشیر زن نے اپنے جوہر دکھائے تھے۔ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۲۶ء تک ۹ اولمپک کھیلوں میں فرانس اور اٹلی کا پلّہ بھاری رہا۔ رفتہ رفتہ شمشیر زنی کی مقبولیت بڑھتی گئی۔ ۱۹۲۴ء کے اولمپک گیمس میں ۱۹ ملکوں نے حصّہ لیا تھا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ۲۲ ہو گئی تھی۔

اولمپک گیمس میں شمشیر زنی کا ہر مقابلہ ۶ منٹ کا ہوتا ہے۔ جو شمشیر زن پہلے پانچ مرتبہ تلوار سے مقابل کو چھوے اس کی جیت ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ۵ مرتبہ نہ چھو سکے لیکن مقررہ وقت میں جو پہلے زیادہ چھوے وہ جیت جائے گا ــــ شمشیر زنی میں جسمانی طاقت سے زیادہ فنی مہارت و پھرتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک اچھے شمشیر زن کی پہچان یہ ہے کہ وہ خود کو مخالف شمشیر زن کے وار سے بچاتے ہوئے اپنی تلوار سے اس کو چھولے۔

موجودہ شمشیر زنی کے مقابلوں میں ہر شمشیر زن کے سر پر دھات کی ٹوپی اور سینے پر دھات کے جال کا ایک جیکٹ ہوتا ہے جس میں ایک برقی تار لگا دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی اس کی تلوار مقابل کے جیکٹ سے چھوتی ہے، ایک گھنٹی بجتی ہے اور روشنی بھی دکھائی دیتی ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وار صحیح ہوا ہے۔

اولمپک گیمس میں شمشیر زنی کے مقابلوں میں لمبائی اور وزن کے حساب سے تین قسم کی تلواریں ہوتی ہیں۔ تلوار کی قسم کے اعتبار سے

تین طرح کے مقابلے ہوتے ہیں —— پہلی قسم میں تلوار کی لمبائی ۴۲ انچ اور وزن ۱۷ اونس ہوتا ہے جس میں مخالف کے صرف سینہ پر وار کیا جا سکتا ہے۔ دوسری قسم میں تلوار کی لمبائی ۴۲ لیکن وزن ۷ اونس ہوتا ہے جس میں مخالف کے سینہ، بازو اور سر پر وار کیا جا سکتا ہے۔ تیسری قسم میں تلوار کی لمبائی ۴۱ انچ اور وزن ۱۷ اونس ہوتا ہے جس میں کمر سے اوپر جسم کے کسی بھی حصّہ پر وار کیا جا سکتا ہے۔

شمشیر زنی کو گو اولمپک گیمس میں شروع ہی سے جگہ مل گئی ہے لیکن دوسرے کھیلوں کی بہ نسبت اس کی اہمیت اور مقبولیت کم ہے۔

کشتی رانی

کشتی رانی کی کہانی بھی بہت پرانی ہے۔ ہم جانتے نہیں کہ انسان نے پہلی مرتبہ کشتی کب بنائی تھی اور کب چلائی تھی؟ لیکن تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ ۴۰۰۰ ق م میں مصر کی دریائے نیل میں کشتی رانی کے مقابلے ہوا کرتے تھے! ان سے ہٹ کر یونانی اور رومی اپنی تجارتی کشتیاں سزا یافتہ مجرمین سے چلواتے تھے۔ اکثر غلاموں اور جنگی قیدیوں کو کشتی کے بنچوں سے باندھ دیا جاتا تھا اور وہ بے گار میں چپّو چلاتے تھے۔

اس کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ صدیوں پہلے چین اور مشرقی ایشیا میں لمبی لمبی کشتیوں میں، دریاؤں میں کشتیوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی۔ ۱۹ ویں صدی تک انگریزوں کو بھی کشتی رانی کو ایک کھیل میں بدلنے کا خیال نہیں آیا۔ انگلستان میں مقابلے کی کشتی رانی

شاید دریائے ٹھیمس کی کشتی رانوں کی قدرتی دشمنی کی پیداوار تھی۔

یکم اگست ۱۷۱۵ء کو انگلستان کے ایک مشہور ظریف (مسخرے) تھامس ڈاگٹ نے لندن برج پر اعلان چسپاں کر دیا تھا کہ ۶ کشتی رانوں کی ۵ میل لمبی ایک انعامی دوڑ ہوگی اور کشتی کی یہ دوڑ ہر سال ہوا کرے گی۔ اعلان کرنے کی دیر تھی کہ دریائے ٹھیمس کے کنارے چھ ہزار کشتی ران جمع ہو گئے! اعلان کے مطابق کشتیوں کی دوڑ ہوئی اور آج ڈھائی سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود اب بھی ہر سال یہ ریس ہوتی ہے۔ دریائے ٹھیمس کی اس یادگاری دوڑ کے بعد سارے انگلستان میں کشتی کی دوڑیں ہونے لگیں۔

ویسے انگلستان میں کشتی رانی کے کئی مقابلے ہوتے رہے لیکن سب میں مشہور اور قابلِ دید آکسفورڈ اور کیمبرج کا کشتی رانی کا مقابلہ ہے۔ ۱۸۲۹ء میں پہلی مرتبہ مشہورِ زمانہ" آکسفورڈ یونیورسٹی اور کیمبرج یونیورسٹی کا کشتی رانی کا مقابلہ ہوا جو اب بھی اسی جوش وخروش سے ہر سال پابندی سے ہوا کرتا ہے پرانے زمانہ میں وینس (اٹلی کے) گرانڈ کنال (بڑی نہر) میں گنڈدلا کی دوڑیں ہوا کرتی تھیں جو آج بھی اسی زور و شور، آن بان، اور شان

سے منعقد ہوتی ہیں۔ بڑا دلِ فریب اور رنگین سماں ہوتا ہے۔

۲۰ ویں صدی کی ابتدا میں آسٹریلیا، انگلستان، امریکہ اور کناڈا میں کشتی رانی عوام کا پسندیدہ کھیل تھا۔ مشہور کشتی رانوں میں انعام کے لیے دوڑیں ہوا کرتی تھیں اور ان پر شرطیں بھی لگائی جاتی تھیں۔

۱۸۹۶ء کے پہلے اولمپک گیمس میں کشتی رانی کے نمائشی مقابلے ہوئے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں باقاعدہ مقابلے شروع ہوئے۔ پانچویں اولمپک کھیلوں میں ۱۲ ملکوں نے اور نویں اولمپک گیمس میں ۱۴ ملکوں نے حصّہ لیا تھا ۱۹۳۶ء کے اولمپک کھیلوں میں ۲۳ ممالک کشتی رانی کے مقابلوں میں شریک ہوئے تھے۔ اس طرح اولمپک گیمس میں حصّہ لینے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ ۱۹۵۶ء کے کشتی رانی کے مقابلوں میں ۲۴ ملکوں نے ۲۴۹ کشتی ران بھیجے تھے۔

اولمپک گیمس میں مردوں کے لیے دو ہزار میٹر اور عورتوں کے لیے ایک ہزار میٹر کی دوڑ ہوتی ہے۔ مردوں کی دو ہزار میٹر کی دوڑ میں ایک کشتی ران یہ فاصلہ طے کرنے کے لیے ۱۲۵۰ اسٹروک لگاتا ہے جس میں جسم کے سارے

عضو اور اعصاب حرکت میں آتے ہیں۔ ہار جیت کا فیصلہ سکنڈوں اور سنٹی میٹروں میں ہوتا ہے!

۲۹ راگست ۱۹۷۳ء کو آسٹریلیا کے ۸ کشتی رانوں نے ۱۰۱ ½۲ میل کا فاصلہ ۱۵ گھنٹے ایک منٹ میں طے کر کے ایک عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے برابر ہوتی ہے!!

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ و اساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

منیشا کی رفاقت کے لیے



مصنف: دیویکا رنگا چاری
مترجم: شمیمہ بیگم
صفحات: 134
قیمت: -/30 روپے

[illegible]



مصنف: اطہر پرویز
صفحات: 143
قیمت: -/12 روپے

لڑھکتا پہیا



مصنف: آشا نہیما
مترجم: ڈاکٹر صغرا مہدی
صفحات: 16
قیمت: -/15 روپے

[illegible]



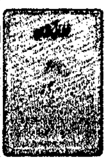
مصنف: سمرن کور
مترجم: محمد علیم
صفحات: 88
قیمت: -/24 روپے

فضائی اور خلائی اڑان



مصنف: شاداں پرویز
صفحات: 46
قیمت: -/13 روپے

فضائی اڑان



مصنف: نینا کوشل
مترجم: ڈاکٹر فرید علی شمسی
صفحات: 67
قیمت: -/24 روپے

ISBN : 978-81-7587-391-9
9788175873919

क़ौमी काउन्सिल बराए फ़रोग़-ए-उर्दू ज़बान
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی
National Council for Promotion of Urdu Language
Farogh-e-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area,
Jasola, New Delhi-110025